ISSN 2393-882X
Date of Publishing : 12-12-2025, Date of Posting 15-16-12-2025

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Rs. 7/-

مسلکِ اہلِ حدیث کا داعی اور مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ہند کا نقیب

پندرہ روزہ ترجمان دہلی

جریدہ

پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْراً وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ (ابراہیم:۲۸۔۲۹)''تو نہیں دیکھا ایسے لوگوں کو جنہوں نے بدل لیا اللہ کی نعمت کو کفر سے، اور اتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم میں۔ جس میں ضرور داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ مشرکوں پر بددعا نہیں فرماتے، آپ نے فرمایا۔ میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا۔ میں تو فقط رحمت ہی (بنا کر) بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ میں تو صرف رحمت اور ہدایت ہوں۔

طبرانی میں جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ ابو جہل نے کہا اے گروہ قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم یثرب میں چلا گیا ہے۔ اور اپنے طلائعہ کو ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے۔ دیکھو! ہوشیار رہنا۔ وہ بھوکے شیر کی طرح تمہاری تاک میں ہے۔ وہ خار کھائے ہوئے ہے۔ کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے، واللہ اس کے جادوگر بے مثال ہیں۔ میں تو اسے یا اس کے ساتھیوں میں سے جس کو دیکھتا ہوں۔ تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ اوس اور خزرج ہمارے دشمن ہیں۔ پس محمدؐ ایک دشمن ہے کہ اس نے جا کر دشمنوں سے پناہ اور مدد لی ہے۔ مطعم بن عدیؓ نے یہ سن کر کہا۔ کہ اے ابوالحکم (ابو جہل) سنو! تمہارے اس بھائی سے جسے تم نے اپنے ملک سے جلاوطن کر دیا ہے، میں نے تو کسی کو سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا۔ اب جب کہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو۔ تو اب تو اسے چھوڑو، تمہیں چاہیے کہ اس سے الگ تھلگ رہو۔ دشمنی سے باز رہو۔

اس پر ابو سفیان بن حارث کہنے لگا کہ نہیں۔ واللہ تم اس پر اور زیادہ سخت ہو جاؤ اور دونوں گروہ اوس و خزرج اگر تم پر قابو پائیں گے تو تمہارے حق میں کسی عذر و قرابت کا پاس ولحاظ نہ کریں گے، اور اگر تم میری بات مانو گے، تو تم ان دونوں کو ایسا کر دو گے کہ نہایت لاچار ہو جائیں۔ یا تو محمدؐ کو اپنے درمیان سے نکال دیں گے۔ اور وہ اکیلا تن تنہا رہ جائے گا۔ یا ان مدینہ والوں کا صفایا کر دینا چاہیے۔ اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا اور انہیں ناکوں چنے چبا دوں گا۔ جب یہ باتیں حضورؐ کو پہنچیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''قسم خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ہی انہیں قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا۔ میں رحمت ہوں۔ میرا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے، وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائے گا۔ جب تک کہ اپنے دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے۔ اور میرے پانچ نام ہیں۔ محمدؐ، احمدؐ، ماحی کہ میری وجہ سے اللہ کفر مٹا دے گا۔ حاشرؐ لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں گے۔ اور عاقبؐ (طبرانی)

(ماخوذ: جمال مصطفیٰ، تالیف: حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ)

درس حدیث

اسلام میں یتیموں کے حقوق

محمد اظہر مدنی

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے‘‘، آپ ﷺ نے اپنی دو نوں انگلیاں (شہادت اور درمیانی) ملا کر دکھائیں۔ (صحیح بخاری) یہ حدیث یتیم کی کفالت کی اہمیت کو واضح کرتی ہے کہ یتیم کی نگہداشت کرنے والا شخص جنت میں نبی ﷺ کے قریب ہوگا۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو نہ صرف بیان کرتا ہے بلکہ اس کے لیے بہترین رہنمائی بھی کرتا ہے۔ معاشرے کے نادار، کمزور اور بے سہارا طبقات کی کفالت کو اسلام میں خصوصی اہمیت و فضیلت حاصل ہے۔ انہی طبقات میں یتیم بھی شامل ہیں۔

چونکہ اسلامی معاشرے میں باپ کو گھر کا سائبان اور کفالت کرنے والا سمجھا جاتا ہے، اس لیے یتیم معاشرتی اور جذباتی دونوں اعتبار سے زیادہ توجہ اور خصوصی تحفظ کا محتاج ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی ﷺ میں یتیموں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی مختلف انداز سے تاکید کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یتیموں کا ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ: ’’کیا وہ تمہیں یتیم پا کر ٹھکانا نہیں دیا؟‘‘ (الضحیٰ: 6) اس آیت سے بھی یتیم کے مقام اور اس کی نگہداشت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یتیم کے ساتھ محبت کا سب سے خوبصورت اظہار اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنا قرار دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص محبت سے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا، اس کے ہاتھ کے نیچے آنے والے ہر بال کے بدلے اس کے لیے نیکی لکھی جائے گی۔‘‘ (مسند احمد)

یہ حدیث ہمیں نہ صرف یتیم کو سہارا دینے بلکہ اس کے ساتھ محبت کے معاملے کی تلقین بھی کرتی ہے۔ اسلام نے اس کے مال کے تحفظ کے سلسلے میں انتہائی سخت احکامات دیے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے یتیم کے مال پر ظلم (غلط طریقے سے قبضہ) کیا، وہ جہنم کی آگ کا مستحق ہوا۔‘‘ (ابن ماجہ) یتیم کا مال اس کے بالغ ہونے تک امانت ہے۔ اس حدیث میں یتیم کے مال کو غلط طریقے سے کھانے اور ہڑپنے والوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔

یتیموں کے حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے احادیث میں یتیم کی تعلیم و تربیت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یتیم کی پرورش کرے اور اسے اچھے اخلاق سکھائے، وہ جنت کا مستحق ہوگا۔ یتیم کی تربیت اخلاقی، دینی اور معاشرتی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ یتیم معاشرے کا ایک قابل قدر مفید اور خود کفیل بن جائے۔

اسی طرح سے یتیم کی دل آزاری یا تحقیر کرنا سخت منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک ہو۔‘‘ (ابن ماجہ) اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ یتیم کے ساتھ حسنِ اخلاق صرف ایک نیکی نہیں بلکہ پورے گھر کے ماحول اور برکت کا ذریعہ ہے۔ دین اسلام صرف انفرادی سطح پر نہیں بلکہ معاشرتی سطح پر بھی یتیموں کا خیال رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ معاشرے کا فرض ہے کہ یتیم کے حقوق کی ادائیگی میں برابر کے شریک ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمانوں کا بھلا چاہے۔ یتیم معاشرے کا ایک حساس اور اہم حصہ ہیں، ان کی کفالت سے معاشرے میں ہمدردی، محبت اور برابری کی فضا قائم ہوتی ہے۔

مذکورہ احادیث یتیموں کی کفالت ان کے مال کی حفاظت، ان کی تربیت، ان کے ساتھ محبت و شفقت کی ترغیب دیتی ہیں۔ آج بھی سماج میں بے شمار یتیم بچے بے سہارا اور کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں، ہمیں ضرورت ہے کہ ہم ان تعلیمات پر عمل کریں اور ان بچوں کے لیے وہی محبت، رحمت اور سہارا بنیں جس کی تعلیم ہمیں نبی اکرم ﷺ نے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھی لوگوں کو یتیموں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی نگہداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وصلی اللہ علی النبی

☆☆☆

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
امانت کی سنہری کرنیں ۷
رویتِ الٰہی: صنفی امتیاز سے بالا نعمت ۱۰
محبت رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۱۳
مدارس اسلامیہ- اہمیت وافادیت ۱۵
بڑوں اور بزرگوں کی تعلیم ۱۹
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ ۲۲
نوجوانوں میں نشہ خوری کا بڑھتا رجحان: اسباب وعلاج ۲۶
جماعتی خبریں ۲۹
اپیل ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
www.ahlehadees.org ویب سائٹ
jaridahtarjuman@gmail.com ترجمان ای میل
jamiatahlehadeeshind@hotmail.com جمعیت ای میل

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

دوستی مسلمان سے ہمدردی انسان سے اور دشمنی شیطان سے کرو

فَاتَّخِذُوهُ عَدُوّاً

پر امن تعایش باہمی اور خوشگوار زندگی کا تقاضا ہے کہ دنیا میں دوستی ہی دوستی ہو، کسی سے بھی دشمنی نہ ہو اور کہیں بھی عداوت کی ادنی گنجائش نہ رہے۔ یہ دنیا محبت ومودت، آپسی میل ملاپ اور نزدیکی بڑھانے کے لیے بنائی گئی تھی۔ خصوصا انسان جب دکھ درد اور مرض میں مبتلا ہو، خواہ وہ بیماری جسمانی ہو یا روحانی، مادی ہو یا معنوی اور ظاہری ہو یا باطنی، تو ہر طرح کی بیماری میں دوستی ہی نبھانی ہے اور محبت ہی نچھاور کرنی ہے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

انسانیت اسی وقت زندہ رہ سکتی ہے اور دنیا اسی وقت تک باقی رہ سکتی ہے جب آپسی ہمدردی اور محبت والفت کا تبادلہ ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہی چاہئے۔ اس نے انسانوں کو اسی لیے پیدا فرمایا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کو پہچانیں، ایک دوسرے کو جانیں اور سب ایک دوسرے سے تعارف وتقارب اختیار کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ“ (الحجرات: ۱۳) ”اے (دنیا جہاں کے) انسانو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو کنبوں قبیلوں میں رہ رکھ چھوڑا، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بیشک تم میں سے سے زیادہ مکرم ومحترم انسان اللہ جل شانہ کے یہاں وہی آدمی ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے خوف کھانے والا ہے۔“

یہاں بھی ایک دوسرے کو پہچاننے، ان کی قدر وقیمت جاننے، ان سے اچھے تعلقات کو بنانے، ان سے محبت اور الفت بڑھانے اور محبت قائم کرنے کی تاکید ہے۔ رشتہ داریوں کے جاننے، پہچاننے اور اسے جوڑے رکھنے کا حکم ہے۔ ان رشتوں کو استوار رکھنے اور ان کا حق ادا کرتے رہنے کا آرڈر ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان رشتہ داریوں کے سلسلے میں بہت زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم ہے۔ مبادا رشتے کٹ جائیں۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ نے حقوق

العباد فرض کیے ہیں۔ پڑوسی کا حق، رفیق سفر کا حق، راہ چلتے ملنے والوں کا حق، راہ میں بیٹھے لوگوں کا حق، گذرگاہوں میں بیٹھے رہنے والوں کا حق، سواری پر سوار لوگوں کا حق، پیدل چلنے والوں کا حق، غریبوں، مسکینوں، مسافروں، یتیموں، بیواؤں، مالداروں، فقیروں، بیکسوں اور بے سہاروں کا حق، اہل مذاہب وادیان کا حق، رعایا کا حق، عوام کا حق، حکام کا حق، دوست کا حق، روٹھے ہوؤں کا حق، چھوٹے ہوؤں کا حق، والدین کا حق، خویش واقارب اور اصول وفروع کا حق، آقاؤں کا حق، غلاموں کا حق، میاں بیوی کا حق، اولاد کا حق، غیر مسلموں کا حق اور جانی دشمنوں کا حق۔ جو اللہ جل شانہ کا حق جان گیا اس پر دنیا جہاں سب کا حق اور ان سے محبت واجب ہوگئی۔ دیکھو کہ جمادات، نباتات، حیوانات، ان سب کے حقوق بندوں اور انسانوں سے کیسے کیسے جڑے ہوئے ہیں؟ درحقیقت ان سب خلق خدا سے محبت والفت اور ان کے حقوق کی ادائیگی ہی انسانیت ہے۔ اور یہی فریضۂ اشرف المخلوقات ہے۔ کیوں کہ جب اللہ جل شانہ کو خالق ومالک اور رب العالمین اور خالق کل شئی جان لیا، تو پھر اپنے آقا کی مخلوق کو وہ کیسے نظرانداز کرسکتا ہے؟ اور اس کی پیدا کی ہوئی خلقت سے کیسے عداوت ودشمنی رکھ سکتا ہے؟ چہ جائیکہ اپنی جیسی مخلوق انسان جیسی مکرم ومحترم مخلوق کے ساتھ وہ عداوت کرے۔

اس لیے انسان کے ساتھ عداوت اور دشمنی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سارے انسانوں سے حسب مراتب محبت کرنی ہے۔ ان کے حقوق ادا کرنے ہیں۔ اللہ جل شانہ اپنے بندوں سے دشمنی نہیں کرتے، وہ سب کو محبوب رکھتے ہیں، جو اس کی عبادت کرتے ہیں، فرماں بردار ہیں، ان کو نوازتے ہیں، ان سے خوش ہوتے ہیں اور جو اس کے نافرمان ہیں ان کی ہدایت کے لیے، بہت زیادہ رحم فرماتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی بندہ عاصی وگنہگار نہ رہے۔ اسی لیے انہوں نے اچھے برے کی تمیز سکھائی، کتابیں نازل فرمائیں، عقل وخرد عطا فرمائی، انبیاء ورسل بھیجے، عبرت ونصیحت کے ہزاروں سامان بہم پہنچائے، ان میں سے سخت گنہگاروں، حد سے تجاوز کرجانے والوں اور اس کی مخالفت میں بہت آگے بڑھ جانے والوں کو بھی اپنی بندگی سے نہیں نکالتے، بلکہ بڑی اپنائیت سے ان سے مخاطب ہوتے ہیں اور اپنی نسبت وتعلق جو بڑی عظیم چیز ہے کا واسطہ دیتے ہیں اور اپنائیت اور ملائمت سے ان کو بلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس حدتک سرکش ہوچکے ہیں، سرتابی وشرارت میں اتنے آگے جاچکے ہیں کہ دنیا تو ان سے بیزار ہو ہی رہی ہے وہ خود اپنے آپ کے لیے قابل نفریں بن چکے ہیں، ان کو خود اپنے آپ سے گھن آنے لگی ہے، خود اپنے کرتوتوں اور برائیوں اور مظالم کو سوچ کر ہلکان ہوئے جارہے ہیں اور ان کو خود منہ دکھانے اور لب کھولنے کی جرأت اکیلے اور اندھیرے میں بھی نہیں ہورہی ہے۔ وہ مایوسی، بے بسی اور گندگی کے ایسے گڈھے میں گرچکے ہیں اور لت پت ہوچکے ہیں کہ وہ اب مایوسی کے آخری پائیدان پر کھڑے ہیں بلکہ وہ خود اپنے گناہوں کو سوچ کر یقین کرچکے ہیں اور زبان حال وقال سے کہہ رہے ہیں:

کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

ان کو احساس ہوچکا ہے کہ ساری دنیا ان سے نفرت کررہی ہے۔ ان پر لعنت بھیج رہی ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو معاف کرنے کی پوزیشن میں ہرگز نہیں پاتے۔ خانۂ دل کے کسی گوشے میں اب امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی اور نہ لب کشائی، رونمائی اور سامنا کرنے کی ہمت جٹا پارہے ہیں۔ مایوسی جو کفر ہے، اب اس کے بھی مرتکب ہوکر مکمل طور پر عذاب وعقاب اور عداوت وشقاوت کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں کہ حکم ہوتا ہے۔ ''قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ. وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰي مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ. اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ. اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ.'' (الزمر: ۵۲۔۵۸) ''اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔ تم سب اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کیے جاؤ، اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔ اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی کہے ہائے افسوس! اس بات پر کہ میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا، یا کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں پارسا لوگوں میں ہوتا یا عذاب کو دیکھ کر کہے کاش! کہ کسی طرح میرا لوٹ جانا ہوجاتا تو میں بھی نیکوکاروں میں ہوجاتا۔''

اللہ تعالیٰ کس قدر پیار جتاتے ہوئے اور اپنی ردائے مغفرت کی وسعت کا

اظہار کرتے ہوئے فرمارہا ہے کہ میرے بندو! مایوسی کے بھنور سے نکلو، امید کی جوت جگاؤ، محبت ورحمت الٰہی میں جگہ پاؤ، کامیاب وکامراں ہوجاؤ اور اولیاء اللہ کی صف میں آکھڑے ہوجاؤ۔ اب تمہارے سب ہی کیے دھرے معاف کردیئے گئے اور اگر تمہارے اوپر کسی دوسرے کا حق حقوق ہے تو اسے بھی ادا کرو اور سرخرو ہوجاؤ۔ اب پھر کسی سے عداوت ودشمنی مت رکھو۔ یہ تمہاری صحت کے لیے گھاتک ہے۔

دیکھو! عداوت کب ہوتی ہے؟ جب زبان گندی ہوتی ہے۔ دل میلا ہوتا ہے۔ ذہن ودماغ خراب ہوتے ہیں۔ غصہ آتا ہے۔ خون بیجا جوش مارتا ہے۔ سروپا میں زہر گھل جاتا ہے۔ اندرابال آجاتا ہے۔ یا ہر انسان آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔ اپنے اوپر قابو اور کنٹرول نہیں رکھ پاتا ہے۔ حسد وعداوت کی آگ میں جلنے لگتا ہے۔ یہ سب چیزیں اس کے لیے بیحد مضر اور نقصاندہ ہیں۔ ان کی وجہ سے اس کی صحت خراب ہوجاتی ہے۔ ایمان خراب ہوجاتا ہے۔ اطمینان وسکون جو صحت ایمانی وجسمانی کے لیے بیحد ضروری ہیں وہ سب جل کر راکھ ہونے لگتے ہیں۔

اچھا یہ بتاؤ! جس کے خلاف اور جس کی دشمنی میں تم یہ سب روگ پالتے ہو جبکہ وہ تمہارا ایک حصہ نہیں ہے۔ کبھی سگے بھائی سے جو تمہارا دوست، ولی، مولیٰ ومددگار اور انصار وجانثار تھا، اس کے ساتھ ایسا کرتے ہو؟

بھلا بتاؤ اپنا انگ بلکہ سراپا جلا رہے ہو اور جس کی وجہ سے جلا رہے ہو وہ بھی تمہارا ہی ہے۔ بیٹا ہے، باپ ہے، چچا ہے، خالو ہے، ماں ہے، بہن ہے اور تمہارے جیسی انسان حضرت آدم دادا جان کی سنتان اور اولاد ہیں۔ کیا تمہارے وہ دادا جو ابوالبشر ہیں، جدامجد ہیں، نبی ہیں اور جن کا خون ساری جانوں اور رگوں میں گردش کر رہا ہے وہ تمہارے ابا، اماں اور دادا سے بھی گئے گذرے ہوگئے؟ نعوذ باللہ۔ بھلا کون ہے جو ان کے مرتبے، عزت، مقام، قوت، صالحیت، محبت، الفت کی پاسنگ کرسکے۔ وہ سب تمہارے اپنے ہیں۔ پرایا کوئی نہیں ہیں۔ یہ بھانت بھانت کے دھرم تم نے بنائے ہیں۔ ملکوں میں کسی نے بانٹا ہے؟ خانوادوں اور کنبوں میں کس نے تقسیم کیا ہے؟ کرامت وشرافت جو تم کو پیدائشی اور ورثے میں ملی تھی اور مسلم تھی اسے ذات پات کے نام پر، علاقائیت کے نام پر، لسانیت، رنگ ونسل کے نام پر اور کالے گورے کے نام پر کس نے بٹہ لگایا؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ایک ہی ماں باپ سے دو کالے اور انتہائی گورے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک راجہ ایک بڑا راجہ اور مہاراجہ کہلانے لگتا ہے اور دوسرا پرجا اور رعایا بھی قاعدے کا نہیں بنتا۔ ایک مالدار دوسرا غریب۔ کیا وہ اتنی سی بات سے شرافت وکرامت، قرابت اور صلہ رحمی سب کچھ کھو بیٹھا۔ مائیں اگر کالی ہیں، ان پڑھ ہیں۔ باپ مزدور ہیں کسان ہیں، قلاش ہیں، لیکن اگر تم مالدار ہوگئے تو وہ رشتہ اور زیادہ مضبوط ہوگیا یا کمزور ہوگیا اور قربت وکرامت اور بڑھ گئی یا گھٹ جائے گی؟ آہ! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ شرافت انسانی بھی کھودی اور کرامت انسانیت وآدمیت بھی گنوادی۔ اب بچا کیا؟ انس وانسیت کی جو تمہاری خصلت وطبیعت اور فطرت تھی اب وہ عداوت ونفرت میں کیسے تبدیل ہوگئی؟

دیکھو! جو اصلی وابدی دشمن تھا وہ اپنی دشمنی سادھ گیا اور داؤں کھیل گیا، بدھو اور الو بنا گیا اور اپنا جادو چلا گیا اور تم اس کے چکر میں آگئے، خود جکڑ گئے اور چرمرا کر گر گئے اور ایسی چالاکی اور شاطرانہ چالوں سے تمہیں مات دے گیا کہ تم سب اس کے جال میں پھنس کر اور اس کا چیلا بن کر بھی اس کی دشمنی کو نہ جان سکے۔ دیکھو! وہ انسانوں میں گنہگاروں سے تمہیں کیسے دشمن بناتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ تمہارا فلاں انسانی بھائی روئے زمین کا سب سے بڑا پاپی اور گنہگار ہے، مشرک ہے اور اللہ تعالیٰ تو سب کو چاہے تو معاف کردے لیکن شرک کرنے والے کو معاف نہیں کرے گا۔ بس یہیں سے تم عداوت وبغض اس خوبی سے متصف اپنے انسانی بھائی کی ایمانی بنیادوں پر ازلی واصلی دشمنی مول لے کر خوش ہوگئے اور مشرک نجس، گندے، جانور اور اس سے بھی بدتر بن گئے۔ اس موقع پر آیتیں بھی ایک طرف سے پڑھ ڈالتے ہو۔ ''**ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ**''، ''**انما المشرکون نجس**'' اور ''**اولئک کالانعام بل ھم اضل**'' اور تم کو تسلی ہوجاتی ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے دین کا، حکم الٰہی کے بموجب فریضہ تبلیغ کا، برائی سے برأت کا اور ولی سے ولایت کا حق ادا کردیا۔ اس لیے کہ اسلام میں ولاء وبراء کا بڑا مقام ہے اور اس کے بغیر ایمان خالص کہاں رہتا ہے۔ یہی حال دیگر برائیوں کا ہے۔ سود خور ہے تو اس کی قباحت ونجاست اور عفونت یاد ہے، مگر یہ یاد نہیں رہا کہ اللہ کے نبی ﷺ تو مار کھا کھا کر لوگوں کو مرض شرک سے بچانے کے لیے دعا دے رہے ہیں اور دنیا کے سب سے ہٹ دھرم مشرکوں سے رشتہ نبھا رہے ہیں، بلکہ یقین دلا رہے ہیں کہ ''... **یا فاطمة بنت محمد سلینی ماشئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئا**'' (بخاری) اے بیٹی فاطمہ! تو جتنا چاہے میرا مال مانگ لے۔ لیکن اللہ کے سامنے تیرے کچھ کام نہیں آؤں گا''، ''**غیر ان لکم رحما سابلھا ببلالھا**'' (مسلم) ''سوائے اس کے کہ تمہارے ساتھ رشتہ ہے، اسے میں اسی طرح نبھاتا رہوں گا جس طرح نبھانا چاہیے۔'' یعنی میرا وظیفہ یہی ہے کہ میں تمہیں سمجھاؤں گا، بتاؤں گا، رشتہ نبھاؤں گا، جتنے لوگ حتی کہ تم کنبہ وقبیلہ والے سخت روحانی وجسمانی بیماری شرک میں مبتلا ہو تو اس کا علاج اپنی جان پر کھیل کر کروں گا تا آنکہ تم شفایاب ہوجاؤ اور اس طرح میرے دل کی آگ بھی بجھ جائے۔ اور اگر تم اس شرک کے موذی مرض سے شفایاب نہ ہوسکے اور اسی

حالت میں مرجاؤ تو بھی میری بے چینی بڑھتی رہے گی تا آنکہ رب کہے کہ ''**فلعلک باخع نفسک**'' اور تمہارے مرجانے کے بعد حسرت وافسوس پر تنبیہ وتلقین کرے کہ ''**انک لا تھدی من احببت**''۔

وہ نبی رحمت لقب ﷺ جو سب سے بڑے سود خور سے رشتہ رکھے اور ایک وقت میں اس کا دل اس طرح جیت لے کہ خود ہی اس کے سودے کے مال کو اپنے پیروں تلے دبا کر ختم کردے اور خونی وخاندانی خون کا بدلہ نہ لے اور ناک، حسب ونسب اور نخوت وغرور والی قوم جو کبھی سمجھوتہ ہی نہیں کرسکتی تھی اس کی طرف سے اعلان کرے کہ میں جاہلیت کے سب خون اپنے پیروں تلے روند رہا ہوں اور سب سے پہلے سب سے بڑی ناک والے میرے خاندان اور چچا حارث بن ربیعہ کا خون ختم اور دفن کرتا ہوں۔ تم صحیح معنوں میں غور کروگے تو تمہیں انسانوں سے دشمنی کی کوئی وجہ نظر ہی نہیں آئے گی۔ ہر جگہ ان کے ساتھ اپنائیت کا ہی معاملہ نظر آئے گا۔ خواہ برمانے کی شکل میں ہو یا سر پر اٹھانے کی شکل میں ہو، یا مرہم رکھنے کی شکل میں یا آپریشن اور میجر آپریشن کی شکل میں۔ جوں جوں مرض سخت ہوگا اسی قدر محبت والفت کا مرہم بھی رکھا جائے گا اور جس قدر سوزش ہوگی اسی قدر شبنم وگلاب افشانی کی جائے گی۔

سن لو! قرآن کریم میں کھلا طور پر جس کو تمہارا دشمن باور کرایا گیا ہے اور جس سے دشمنی رکھنے اور جس کو دشمن جاننے اور جس کا کہنا نہ ماننے کی تاکید کی گئی ہے وہ صرف اور صرف شیطان اور اس کے اعوان وانصار ہیں۔ ''اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا'' (فاطر:۶) ''یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن جانو''، ''وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ''۔ (البقرۃ:۱۶۸) ''اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی مت کرو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

ان کے علاوہ جن لوگوں کو دشمن تمہارا کہا گیا ہے وہ بنیادی طور پر دائمی دشمن نہیں ہیں بلکہ ان کو ان کی وقتی صفات اور سرگرمیوں کی وجہ سے دشمن بتایا گیا ہے جو شیطان لعین کی چالوں اور مکر کی وجہ سے ان میں پیدا ہوگئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے دائمی دوری بنائے رکھنے اور ان کو دشمن سمجھنے کی نہیں، بلکہ ان سے ہوشیار رہنے اور اس کی ہدایت کی فکر کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مثلا؛

منکرین ومشرکین جو شیطان کے اکسانے اور ورغلانے پر تم سے برسر پیکار ہوتے ہیں اور شیطان کا آلہ کار بن کر فتنہ پیدا کرتے رہتے ہیں ان کو بھی دشمن کہا گیا ہے: ''اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا۔ (النساء:۱۰۱) ''یقیناً کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔'' لیکن یاد رہے کہ تم سے ان کی دشمنی ان کی ہدایت کے لیے تمہاری مساعی اور لگن کو کسی بھی حال میں متاثر نہ ہونے دے، کہ خیر امت کا یہی امتیاز ہے۔

منافقین جو شیطان کا آلہ کار بن کر تم کو ہر گھڑی دھوکہ دینے کے درپے رہتے ہیں، بلکہ وہ پورے طور پر شیطان بن چکے ہیں ان کو بھی دشمن کے زمرے میں رکھا گیا ہے اور ان سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے، مبادا تم ان سے دھوکہ کھا جاؤ۔ ''هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ'' (المنافقون:۴) ''یہی (منافقین) اصل دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہو۔ اللہ انہیں غارت کرے کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔'' تاہم ان کے ایمان واسلام کی فکر کرنا تمہارا وظیفہ ہونا چاہیے۔ اور رئیس المنافقین کے بارے میں آپ ؐ کے اسوہ کو جو اس سے دشمنی کے سلسلے میں ہیں نہیں بھولنا چاہیے۔

بعض بیوی بچے بھی شیطان کا آلہ کار بن کر اعمال صالحہ اور اطاعت الٰہی سے روکتے ہیں، وہ خیر خواہ نہیں ہوتے، اس لیے ان کو بھی دشمن کہا گیا ہے اور ان سے بھی ہوشیار رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ فرمایا: ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' (التغابن:۱۴) ''اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں۔ پس ان سے ہوشیار رہنا۔ اور اگر تم ان کو معاف کردو اور درگزر کرجاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس لیے شیطان کے علاوہ کسی کو بھی اس کی وقتی دشمنی کی وجہ سے عام حالات میں دشمن مان لینا اور اس سے دائمی طور پر عداوت رکھنا اسلامی روح کے منافی ہے۔ ان کے کفر، نفاق اور ظلم ومعاصی سے بچنا ہے، نہ کہ ان سے دشمنی وعداوت کرکے ان کو ان کے کفر ونفاق اور بدخواہی کی راہ پر چھوڑ دینا ہے۔ اس سلسلے میں اسوہ نبوی کے مطابق ان کے لیے ''**اللھم اھد قومی**'' جیسی دعا ومناجات اور ''**فلعلک باخع نفسک علی آثارھم**'' جیسی فکرمندی ہر داعی کا وظیفہ ہونا چاہیے۔ اسی لیے یہود جیسی برسرپیکار قوم سے نمٹنے کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تاکید نبوی ہوئی تھی کہ ''**فو اللہ لان یھدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک من حمر النعم**''۔ (متفق علیہ) ''اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ اللہ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔''

اللہ تعالی ہم سب کو آپس میں محبت والفت کے ساتھ رہنے اور بلا وجہ بائیکاٹ اور دشمن سمجھنے والی روش سے اجتناب کرنے، سب کی ہدایت واصلاح کے لیے مساعی صرف کرتے رہنے اور شیطان کے مکر اور فتنوں سے بچنے اور دشمنی شیطان سے دوستی مسلمان سے اور ہمدردی سارے انسان سے کرنے کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین ☆☆

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

امانت کی سنہری کرنیں

قرآنِ کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے عظیم کردار کو دلچسپ اور اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے تاکہ ہم اس آئینے میں اپنی سیرت وکردار کو سنوار لیں اور حضرت یوسف کی اس کہانی، آپ بیتی کو ''احسن القصص'' قرار دیا ہے۔ یہ سب سے سچّی کہانی ہر دور کے نوجوانوں سے یہ مطالبہ کرتی ہے اور یہ پیغام دیتی ہے کہ وہ اٹھیں اور اس یوسفی کردار کو اپنے سماج میں ادا کریں پھر دیکھیں کہ دنیا والے انہیں عزت کے اسٹیج پر بٹھائیں گے اور سروں پر تکریم ووقار کا تاج رکھیں گے۔

ایک صالح معاشرہ کی تشکیل، استحکام، امن وامان کے لئے یہ کردار بڑا اہم ہے۔ آج سماج کی عظمت بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ 'B.F' اور 'G.F' کے چکر میں خاک میں مل رہی ہے۔ ذرا بادشاہ مصر کی بیوی کی یک طرفہ لو اسٹوری (Love Story) کو سامنے رکھیں۔

کہانی یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائی بڑے حاسد تھے، کافی گرے اخلاق کے تھے، وہ لوگ اپنے مفاد کے لیے کسی حد تک جا سکتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے یوسف کو اندھے کنویں میں ڈال دیا اور باپ سے روتے ہوئے آکر کہتا ہے کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۔ وہ یوسف کنویں سے بازار مصر پہنچ گئے پھر ان کو ایک ایسے شخص نے خریدا جو بیوی سے کہتا ہے **أَكْرِمِىْ مَثْوَاهُ عَسَى أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَداً** (یوسف:21) ''اسے (یوسف) کو بہت عزت واحترام کے ساتھ رکھو، بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا اسے ہم اپنا بیٹا ہی بنا لیں''۔

اور جب وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں۔ ایک نئی آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔ جس عورت کے گھر میں رہ رہے تھے وہ اس پر ڈورے ڈالنے لگی پھر ایک دن **وَغَلَّقَتِ الأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ** (یوسف:23) ''وہ دروازے بند کر کے کہنے لگی۔ لو آ جاؤ'' اور یوسف کہہ رہے ہیں **قَالَ مَعَاذَ اللّهِ إِنَّهُ رَبِّىْ أَحْسَنَ مَثْوَاىَ إِنَّهُ لاَ يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ** (یوسف:23) ''(یوسف نے) کہا اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے، اس نے میرا بہتر ٹھکانہ بنا رکھا ہے۔ ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے'' عورت کہتی ہے **لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوناً مِّنَ الصَّاغِرِيْنَ** (یوسف:32) ''یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور بیشک یہ بہت ہی بے عزت ہوگا'' اور یوسف کہتے ہیں **قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِىْ إِلَيْهِ** (یوسف:33) ''(یوسف نے) کہا: اے میرے پروردگار! جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں، میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب جیل خانہ ہے'' بالآخر وہ ناکردہ گناہوں کی سزا کاٹنے جیل میں ڈال دئے گئے۔ اس جیل میں تعبیر رؤیا (Modern Education) کی صلاحیت ظاہر ہوئی۔ بادشاہ نے بلایا تو جواب دیا **قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللاَّتِىْ قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ** (یوسف:50) ''انہوں نے کہا: اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے، جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟'' اور امراۃ العزیز اعتراف کرتی ہے **أَنَاْ رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ ذَلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّىْ لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ** (یوسف:51-52) ''میں نے ہی اسے اپنے دل سے ورغلایا تھا اور یقیناً وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔ یہ اس واسطے کہ وہ (عزیز) جان لے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اور یہ بھی کہ اللہ دغابازوں کے ہتھکنڈے چلنے نہیں دیتا'' پھر بادشاہ نے کہا **إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مِكِيْنٌ أَمِيْنٌ** (یوسف:54) ''آپ ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور امانت دار ہیں''۔

حضرت یوسفؑ اپنے مضبوط کردار، حسن انتظام کی بنا پر ایوانِ سلطنت تک پہنچ گئے اور اقتدار کی کرسی پر جلوہ افروز ہو گئے اور برادرانِ یوسف حسد کی آگ میں جل کر رہ گئے اور نوبت بایں جا رسید کہ دو وقت کی روٹی کے لئے اپنے اسی بھائی کے در پر ڈیرے ڈال دئے، جسے کنویں میں ڈال آئے تھے اور سب بے اختیار ان کے سامنے سجدے میں گر گئے۔

قارئین کرام! حضرت یوسف کی اس رنگین وسنگین داستان نے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ ایک نوجوان کے لئے کیریکٹر فل (Characterful) ہونا ناگزیر ہے اور اپنے محسن کے ساتھ خیانت جرم عظیم ہے اور علم وصلاحیت کے آگے، کردار کی عظمت کے آگے دنیا جھک جاتی ہے۔ بادشاہ وقت بھی جھک گیا اور ملک کو معاشی بحران (Crisis) سے نکالنے کے لئے مظلوم وامین نوجوان کے ہاتھوں میں زمام اقتدار دینے پر مجبور ہو گیا۔ عصر حاضر میں جوانوں کو ایسی یوسفی کردار پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے امین، دل کے کشادہ، اعلی ظرف انسان تھے۔ کھل کر برملا کسی کی خوبی کا اعتراف کرتے تھے۔ اپنے ایک ساتھی معاذ بن جبلؓ کے بارے میں فرمایا ''اعلم أمتي بالحلال والحرام'' ''میری امت کے حلال و حرام کے بڑے عالم ہیں'' اور یہ خیانت کی ایک قسم ہے کہ آپ کسی کے کمال وصلاحیت اور خوبی ومہارت کا اعتراف واظہار نہ کریں اور سارا کریڈٹ اپنے سر لینے کی کوشش کریں۔ ایک امین قائد ایسا نہیں کرتا۔ آج ہمارا نیچر یہ ہے کہ غیروں کی خوبیوں کو دباتے ہیں اور اس کی معمولی خامی کو لے اڑتے ہیں۔ ہماری نظر صرف دوسروں کی

عیب وکمی پر ہوتی ہے۔اسی طرح آپ نے فرمایا’’أمين هذه الأمة‘‘ اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراحؓ ہیں۔ یہ ابوعبیدہ بن جراحؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں (عامر نام ہے) پانچویں پشت پر نبی کے خاندان سے جڑتے ہیں۔ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوئے۔انہوں نے دو مرتبہ حبشہ اور پھر سب کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔

نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد آپ کے پاس آیا، جب وہ چلنے لگے تو کہا: ایک امین شخص دیجئے، جو ہماری رہنمائی کرے۔ٹھیک ہے امین شخص دوں گا۔آپ نے ابوعبیدہ سے فرمایا: ابوعبیدہ؟ جی اٹھو’’لكل أمة أمين و أمين أمتي أبو عبيدة ابن الجراح‘‘(بخاری:4382) یہ میری امت کا امین ہیں (بخاری)

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام کے سرحدی علاقے میں تعینات فوجیوں کا جائزہ لینے تشریف لے گئے۔وہاں ابوعبیدہ بن جراحؓ کے خیمہ میں قیام پذیر ہوئے۔جب دن کے کھانے کا وقت ہوا تو ابوعبیدہؓ نے عرض کیا: حضور! فوجیوں کا کھانا یا فوجیوں کے قائد و کمانڈر کا کھانا، کیا تناول کرنا پسند فرمائیں گے؟ انہوں نے کہا دونوں لائیے۔فوجیوں کے کھانے میں گوشت، شوربا و ثرید تھا۔عمرؓ نے پوچھا یہ فوجیوں کا کھانا ہے؟ جواب دیا: ہاں! فرمایا: کمانڈران چیف کا کھانا پیش کریں؟ تو ان کی خدمت میں خشک روٹی کے کچھ ٹکڑے اور تھوڑا دودھ پیش کیا گیا، جسے دیکھ کر وہ بے تحاشہ اور بہت رونے لگے اور فرمایا:’’صدق من سماك أمين هذه الأمة‘‘ ’’بڑے سچے ہیں جس نے آپ کا نام اس امت کا امین رکھا‘‘۔

آپ ایک جری جرنیل تھے۔بدر، احد، خندق میں شریک ہوئے۔بدر میں ایک صف میں آپ تھے، تو مخالف صف میں آپ کے والد تھے۔دوران جنگ آپ کے نشانے پر والد آگئے۔آپ نے پدری رشتہ کی پرواہ نہ کی۔اسلام کی محبت کو ترجیح دیتے ہوئے چشم فلک نے یہ منظر دیکھا کہ آپ کے ایک ہی وار نے باپ کا کام تمام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی لَا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (مجادلہ:22)’’اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں‘‘۔قیامت تک آیت قرآنی کی تلاوت کرنے والوں کے سامنے بدر کا میدان اور اس میں ابوعبیدہؓ کا یہ عظیم کردار سامنے آجائے گا۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے سامنے کبھی سر اٹھا کر بات نہیں کی، آنکھوں میں آنکھیں ملا کر دیکھا نہیں تھا، سامنے آنے سے بھی شرماتے تھے، باپ کے بڑے فرماں بردار بیٹے تھے۔اور اس باپ سے بدر کے میدان میں پورے نو (9) سال بعد ملاقات ہوئی تھی (سات سال ہجرت حبشہ اور دو سال ہجرت مدینہ) حبشہ سے دوڑ کر مدینہ آگئے تھے اور قباء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔جس وقت ابوعبیدہؓ کی تلوار چمک رہی تھی، سامنے باپ کا چہرہ آگیا، جو راستے کی دیوار بن گیا۔ابوعبیدہؓ نے اپنے باپ کو قتل کر کے ایک نئی تاریخ رقم کی اور یہ پیغام دیا کہ اسلام وہ مذہب ہے جس میں رشتے مذہب کے بعد دیکھے جاتے ہیں اور اسلام کا رشتہ تمام رشتوں پر بھاری اور عزیز ہے۔کہنے کو تو آسان ہے کہ انہوں نے اپنے باپ کا سر قلم کر دیا لیکن جس دکھ واذیت کا سامنا ابوعبیدہؓ نے اس وقت کیا ہوگا، یہ انسان کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

جرير بن عبدالله البجلي: یمن کے شاہی خاندان’’بجلہ‘‘ سے تعلق رکھتے تھے۔سن 10 ہجری میں وفات نبوی سے 40 دن قبل آپ مشرف باسلام ہوئے۔بڑے حسین وجمیل، لمبا قد انسان تھے۔عمر فاروق ان کو’’يوسف هذه الامة‘‘ کہتے تھے۔ جس وقت 150 سواروں کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے، اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم درس دے رہے تھے اور یہ خوشخبری سنا رہے تھے کہ ابھی یمن کا ایک شخص آئے گا، اس کے چہرے پر بادشاہت کے آثار ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کریں گے’’بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على...... و النصح لكل مسلم‘‘(نسائی:4186) چنانچہ اپنی پوری زندگی اپنے اس عہد پر قائم رہے اور ایک امین وناصح کی طرح معاملہ کرتے رہے۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ کے گورنر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان سے متعلق کچھ لوگوں کے بیجا اعتراضات تھے۔جب حضرت جریر کوفہ سے مدینہ آئے تو امیر المؤمنین نے سعد بن ابی وقاصؓ سے متعلق دریافت کیا، آپ نے ان کو کیسا پایا؟ انہوں نے بڑی فصاحت وبلاغت کے ساتھ حضرت سعدؓ کے حق میں تعریفی کلمات کہے۔

معاملات میں خیر خواهی: ایک مرتبہ انہوں نے اپنا غلام ایک گھوڑا خریدنے کے لیے بھیجا۔اس نے تین سو درہم میں خرید لیا۔جب انہوں نے دیکھا تو بڑا پسند آیا کہا: اس کے مالک کو بلاؤ؟ کہا: آپ کا گھوڑا تین سو(300) درہم سے زیادہ قیمت کا ہے۔اس کی قیمت چار سو(400) درہم ہونی چاہیے۔پھر فرمایا: نہیں آپ کا گھوڑا پانچ سو(500) درہم کا ہے۔نہیں یہاں تک کہ اس گھوڑے کو آٹھ سو(800) درہم میں خرید لیا۔جب بائع چلا گیا تو اپنے غلام سے کہا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنے کی بیعت کی تھی۔اسی طرح جب کوئی سامان فروخت کرتے تو اس خریدار کو اس چیز کے تمام عیوب بتا دیتے کہ اب تمہیں اختیار ہے چاہو تو لو یا چھوڑ دو۔لوگ اس طرز عمل کو دیکھ کر کہتے 'اس طرح تو کوئی بھی آپ کے اس

سامان کو نہیں خریدے گا اور وہ فرماتے ہیں نے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی ہے، میں ایسا ہی کروں گا چاہے مجھے نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ انسان کو خود غرض ہونے کے بجائے اپنے بھائی کے حق میں خیر خواہ ہونا چاہیے۔ کسی کے بھولے پن، ناواقفیت یا کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دھوکہ دہی یا اس کے ساتھ خیانت نہیں کرنی چاہیے۔ آج دکاندار، تاجر حضرات کا حال یہ ہے کہ جہاں رمضان آیا، وہ کھانے پینے کی چیزیں، ضروریات زندگی کی اشیاء میں بے دریغ اضافہ کر دیتے ہیں۔ انہیں مناسب قیمت پر فروخت کرنا چاہیے۔ کسی کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر اس کی زمینیں، اس کے جانور اور دوسری چیزیں انتہائی سستے داموں پر نہ خرید اجائے بلکہ اصل قیمت، مارکیٹ ریٹ لگایا جائے۔ یہ نہیں کہ وہ تو مجبور ہے کہاں جائے گا۔

امام بخاری: امام بخاری رحمہ اللہ سے متعلق صحیح مسلم کی یہ حدیث ''لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس حتى يتناوله'' (مسلم: 2546) ''اگر یہ دین ثریا پر بھی ہوتو اسے فارس کا ایک شخص لے لے گا''۔ محدثین کرام اس سے مراد امام بخاری کو لیتے ہیں۔ ان کا کردار یہ تھا ''ما اغتبت احدا قط منذ علمت ان الغيبة حرام'' (المدخل الی صحیح البخاری) ''میں نے کسی کی غیبت نہیں کی، جب سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ حرام ہے''۔ ان کے والد اسماعیلؒ امام مالکؒ کے شاگرد تھے، بڑے محدث اور تاجر تھے۔ مرتے وقت فرماتے ہیں کہ میرے مال میں کوئی مال حرام یا حرام کا شبہ بھی نہیں اور والدہ عابدہ، مستجاب الدعوات تھیں۔ اندھے پیدا ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے تمہارے بیٹے کی بینائی لوٹا دی۔ ابھی وہ طالب علم ہیں، سمندری سفر کر رہے تھے، زادراہ کے طور پر ان کے پاس ایک ہزار دینار تھے، کشتی میں ایک شخص ملا اور آپ سے لپٹ گیا بڑی محبت وعقیدت کا وہ مکار اظہار کرنے لگا، آپ نے بھی دیکھا تو حسن سلوک کرنے لگے۔ ایک دن آپ نے اسے بتا دیا کہ میرے پاس اتنی رقم ہے۔ اب وہ مکار اس رقم کو ہتھیانے کے چکر میں پڑا۔ انسان کو دوران سفر کافی محتاط رہنا چاہیے۔

ہر آدمی میں ہوتے ہیں دو چار آدمی
جس کو بھی دیکھنا تو کئی بار دیکھنا

اس نے ایک ناٹک کیا، جیسے ہی وہ بیدار ہوا، رونے اور چیخنے لگا، بری طرح کپڑے پھاڑنے اور سر پیٹنے لگا، ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ کشتی کے دوسرے مسافروں نے پوچھا آخر کیا ہوا؟ میری تھیلی گم ہوگئی ہے، اس میں ایک ہزار دینار تھے، اب لوگ مسافروں کے تھیلے اور بیگ چیک کرنے لگے۔ امام بخاریؒ نے سوچا کہ اگر میری تھیلی سے میرے پیسے نکل جائیں گے تو پھر کیا ہوگا؟ چنانچہ چپکے سے انہوں نے اپنی وہ تھیلی سمندر میں پھینک دیئے، پیسے نہیں ملے، لوگ اسے ڈانٹنے لگے، تم نے تمام مسافروں کو پریشان کر دیا۔

کشتی کنارے لگی، لوگ نکل گئے، تو پھر وہ مکار آپ کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ نے وہ رقم کیا کیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے سمندر میں ڈال دیا۔ ارے آپ نے اتنی بڑی رقم کو کیسے ضائع کرنا گوارہ کر لیا؟ آپ نے فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کر رہا ہوں۔ لوگ یہ جانتے ہیں کہ میں کتنا بڑا امین اور دیانت دار ہوں۔ میں نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ ایک ہزار دینار کی خاطر اپنے آپ پر خیانت کا، چوری کا الزام لگالوں۔ زندگی میں امانت و دیانت کی جو موتیاں میں نے حاصل کی ہیں، اسے چند سکوں کے عوض گنوا دوں؟

آج ہم ہیں جو سوچتے ہیں کہ جھوٹ بھی بولیں، فراڈ بھی کرلیں، اپنے کردار کو داغدار بھی کرلیں لیکن دنیا میری تعریف کرے دنیا اور معاشرے میں میری عزت بھی ہو اور لوگ احترام بھی کریں۔ ☆☆

(بقیہ جماعتی خبریں)

دوسرے دن 16 نومبر 2025ء بمطابق ۲۴ جمادی الاول ۱۴۴۷ھ بروز اتوار صبح 10 بجے سے پروگرام کا آغاز کانفرنس ہال دفتر جمعیت اہل حدیث لنگرحوض، حیدرآباد میں ہوا۔ فضیلۃ الشیخ شفیق عالم خان جامعی حفظہ اللہ (امیر جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد) نے صدارت فرمائی اور پہلی نشست کی نظامت شیخ عبد اللہ صدیقی جامعی حفظہ اللہ (نائب امیر جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد) نے بخوبی نبھائی اول مرحلہ میں الشیخ شفیق عالم خان جامعی حفظہ اللہ نے ''دعا قبول نہ ہونے کے اسباب''، الشیخ فاروق سعید مدنی حفظہ اللہ نے ''سود، رشوت کے سماجی نقصانات''، شیخ آصف عمری حفظہ اللہ (کنوینر دوروزہ کانفرنس) نے ''اصلاح معاشرہ''، شیخ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ (داعی ومبلغ ممبئی) نے ''گھر اور سماج کی اصلاح سورہ یوسف کی روشنی میں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ محکمہ پولس انسداد منشیات کی ٹیم نے تین اعلیٰ عہدیداران کے ساتھ حاضر اجلاس ہو کر نشہ آور چیزوں کے نقصان کا ذکر کیا اور اس جرم کو معاشرہ سے پاک کرنے کی تدبیر بتائی۔

دوسری نشست کا آغاز ڈھائی بجے سے ہوا نظامت الشیخ ابوالحسن پرتاپ گڑھی حفظہ اللہ (ناظم جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد) نے کی اور تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد اللطیف کندی مدنی حفظہ اللہ (امیر جمعیت اہل حدیث کشمیر) نے ''انحراف مقاصد شریعت اور سماجی برائیاں کیا ہیں''، شیخ ابو حمدان اشرف فیضی حفظہ اللہ (ناظم واستاذ جامعہ محمدیہ عربیہ رائے درگ) نے ''بیٹیوں کی تربیت اور ان کی حفاظت''، شیخ قاضی وسیم مدنی حفظہ اللہ (استاذ جامعہ محمدیہ عربیہ رائے درگ) نے ''معاشرہ پر میڈیا کے منفی اثرات''، شیخ طہٰ سعید خالد مدنی حفظہ اللہ (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث اڈیشہ) نے ''طلاق کے اسباب اور تدارک''، شیخ ابو ہریرہ مدنی حفظہ اللہ نے (امام وخطیب مرکزی مسجد اہل حدیث وجے واڑہ) ''جہیز معاشرے کا ایک ناسور''، شیخ شمیم فوزی مدنی حفظہ اللہ نے (داعی ومبلغ ممبئی) نے ''بے حیائی اور فحاشی کے اسباب اور تدارک''، شیخ پرویز ناکوا عمری مدنی حفظہ اللہ نے ''نبی بحیثیت مربی امت اور معمار انسانیت'' کے موضوعات پر خطاب کیا۔ ڈاکٹر سید آصف عمری صاحب نے کلمات تشکر پیش فرمایا (جاری کردہ جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد) ☆☆

ابوعدنان سعید الرحمٰن نورالعین سنابلی

رویتِ الٰہی: صنفی امتیاز سے بالا نعمت

آخرت میں مومنین کو جو بے شمار نعمتیں عطا کی جائیں گی، ان میں سب سے عظیم اور سب سے برتر نعمت دیدارِ الٰہی ہے۔ یہ حقیقت کتاب وسنت کے متعدد واضح نصوص سے ثابت ہے اور اس پر اہلِ سنت والجماعت کا اجماعی اتفاق بھی موجود ہے۔ اسی باب میں ایک سوال یہ بھی زیرِ بحث آتا ہے کہ کیا یہ نعمت صرف مرد مومنین کے ساتھ خاص ہوگی یا مومن خواتین بھی اس شرف سے بہرہ یاب ہوں گی؟ دراصل حق یہ ہے کہ دیدارِ باری تعالیٰ کی سعادت مرد وزن دونوں کے لیے یکساں ہے؛ اس میں صنف کی کوئی تخصیص نہیں۔ جنت کا مقام ہی وہ ہے جہاں جنس، زمان ومکان، اور دنیاوی تقسیمیں اپنی معنویت کھو دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں۔

البتہ بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ نعمت صرف مردوں کے لیے خاص ہے، کیونکہ قرآن وحدیث میں رویتِ الٰہی کے ذکر میں اکثر خطاب مردوں کی طرف ہے، اور براہِ راست خواتین کی صراحت نہیں ملتی۔ ان حضرات نے بعض نصوص سے تخصیص کا گمان بھی اخذ کیا ہے، مثلاً صحیح مسلم کی روایت (2833) میں ذکر ہے کہ جنت کے مرد جمعہ کے دن بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے، اور واپس آئیں گے تو ان کی بیویاں حیرت سے کہیں گی کہ آپ ہمارے پاس سے جانے کے بعد اور بھی حسین وجمیل ہو گئے ہیں۔

اس سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ رویت کا تعلق مردوں سے مخصوص ہے۔

یہ قول کوئی نیا نہیں ہے بلکہ اس قول کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام ابن کثیرؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: ”جنت میں دیدارِ الٰہی ہر امت کے انبیاء و رسلؑ اور صدیقین کو نصیب ہوگا، اور اس بات پر اہلِ سنت کا اجماع ہے۔ اسی طرح اس امت کے مومن مرد بھی اس عظیم نعمت سے بہرہ مند ہوں گے۔ البتہ اس اتفاق کے بعد بعض تفصیلات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ سب سے پہلا اختلاف اس امت کی خواتین کے بارے میں ہے۔ اس سلسلے میں علمائے کرام کے تین اقوال منقول ہیں، جنہیں ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ انہی میں حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ بھی ہیں، جنہوں نے اپنی تاریخ کے آخر میں ان اقوال کا ذکر کیا ہے:

پہلا قول: خواتین کو دیدارِ الٰہی نصیب نہیں ہوگا، کیونکہ وہ جنت کے خیموں میں ہوں گی اور رویت سے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان میں عورتوں کے بارے میں صراحت موجود نہیں۔

دوسرا قول: خواتین کو بھی دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا۔ اس موقف کے قائلین نے رویت کے بارے میں وارد عمومی نصوص سے استدلال کیا ہے۔

تیسرا قول: خواتین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ جیسے مواقع پر حاصل ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان اوقات میں جنت والوں پر عام طور پر تجلی فرمائیں گے۔ چنانچہ خواتین بھی انہی مواقع پر دیدار سے مشرف ہوں گی، البتہ دیگر مواقع پر انہیں یہ سعادت حاصل نہیں ہوگی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس تیسرے قول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے لیے کوئی خاص دلیل درکار ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ 2/240)

امام سیوطی رحمہ اللہ کے نقل کردہ امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ کے قول سے یہ نکتہ نہایت خوبصورتی سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اختلاف دراصل کوئی نیا پیدا شدہ مسئلہ نہیں، بلکہ اس کے قائلین قدیم زمانوں میں بھی موجود رہے ہیں۔

بہرحال، زیرِ نظر مضمون میں اسی مسئلے کے بارے میں چند اہم نکات پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے، تاکہ یہ حقیقت بہ خوبی اُجاگر ہو سکے کہ جنت کی سعادتِ کبریٰ اور نعمتِ عظمیٰ صرف اہلِ ایمان مردوں ہی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ مومن خواتین بھی اس عظیم نعمت سے بہرہ یاب ہوں گی اور وہ بھی اللہ جلَّ شانہٗ کے دیدار سے مشرف ہوں گی۔

جنّت میں نعمتیں سب کی تمناؤں کے مطابق - بلا تفریق جنس

اللہ تعالیٰ نے جنت اور اس کی نعمتوں کے تعلق سے بیان فرمایا ہے: ”وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ“ (سورہ فصلت/ 31) یعنی جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لئے (جنت میں موجود) ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ”وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ“ (سورہ زخرف/ 71) یعنی ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں، سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

ان آیات میں اہلِ جنّت کو یہ خوش خبری سنائی گئی ہے کہ وہاں انہیں وہ تمام نعمتیں میسر ہوں گی جن کی وہ آرزو کریں گے، اور جن چیزوں کی ان کے دل تمنّا کریں گے۔ یہ نعمتیں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کے اطمینان کا سبب ہوں گی۔ پھر بغیر کسی

دلیل کے یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ فلاں نعمت ایک جنس کے لیے تو ہوگی مگر دوسری جنس کے لیے نہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ جنّت کی تمام نعمتیں مرد وخواتین سب کے لیے برابر ہیں، اور کسی نعمت کو کسی ایک جنس کے ساتھ خاص کرنے کے لیے مضبوط دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ رویتِ الٰہی کے مسئلے میں کم از کم ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنیاد پر اسے صرف مردوں کے ساتھ خاص کیا جاسکے۔

رویتِ الٰہی کی بشارت: جنس کی کوئی تخصیص نہیں:

قرآن وحدیث میں رویتِ باری تعالیٰ کے بارے میں متعدد نصوص وارد ہوئے ہیں، اور یہ تمام نصوص دیگر شرعی دلائل کی طرح مرد وزن سب کو یکساں طور پر شامل ہیں، کسی ایک جنس کے ساتھ خاص نہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ”وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ“ (سورۃ القیامۃ/ 22-23) یعنی اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اہلِ ایمان کے چہرے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں گے اور اسے دیکھ رہے ہوں گے۔ (تفسیر ثعلبی 28/145، تفسیر بغوی 5/185، الشریعۃ للآجری 2/990)

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ”لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ“ (سورہ یونس/ 25) یعنی جو لوگ نیک عمل کریں گے انہیں جنت ملے گی، اور اللہ کا دیدار نصیب ہوگا۔

اس آیتِ کریمہ میں ”حُسنیٰ“ سے مراد جنت اور ”زیادۃ“ سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ یہی تفسیر ابوبکر صدیق، حذیفہ، ابوموسیٰ، صہیب، عبادہ بن صامت، کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم اور عامر بن سعد، عبدالرحمن بن سابط، حسن بصری، عکرمہ، ابوالجوزاء، ضحاک، سدی، عطا اور مقاتل رحمہم اللہ نے بیان کی ہے۔ (الرد علی الجہمیۃ للدارمی، ص 119؛ تفسیر طبری 12/156؛ تفسیر ثعلبی 14/201)

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر کی اور فرمایا: ”سنو! تم لوگ اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے، جس طرح اس پورے چاند کو دیکھ رہے ہو، اس کے دیکھنے میں تم بھیڑ نہ لگاؤ گے، اگر تم یہ کرسکو کہ سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز میں (مصروفیت، سستی وغیرہ سے) مغلوب نہ ہو (تو تمہیں یہ نعمت عظمیٰ مل جائے گی۔)“ آپ ﷺ کی مراد عصر اور فجر کی نماز سے تھی۔ (صحیح بخاری/ 7434، صحیح مسلم/ 633)

یہ اور اسی مفہوم کے تمام نصوص اپنے معنی، مفہوم، منطوق اور دلالت کے اعتبار سے مرد وخواتین دونوں کو شامل ہیں۔

کیا عورتیں خیمہ میں محجوب ہونے کی وجہ سے رؤیتِ الٰہی سے محروم ہوں گی؟

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جنت میں خواتین چونکہ اپنے خیموں میں پردہ نشین ہوں گی، اس لیے وہ دیدارِ الٰہی کے شرف سے محروم رہ جائیں گی۔ غالبًا انہوں نے یہ رائے اس حدیث کی بنا پر قائم کی ہے جسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جس میں وہ (اہل جنت) ہر جمعہ کو آیا کریں گے تو (اس روز) شمال کی ایسی ہوا چلے گی جو ان سے چہروں پر اوران کے کپڑوں پر پھیل جائیگی، وہ حسن اور زینت میں اور بڑھ جائیں گے، وہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس آئیں گے تو وہ (بھی) حسن وجمال میں اور بڑھ گئے ہوں گے، ان کے گھر والے ان سے کہیں گے: اللہ کی قسم! ہمارے (ہاں سے جانے کے) بعد تمہارا حسن وجمال اور بڑھ گیا ہے۔ وہ کہیں گے اور تم بھی، اللہ کی قسم! ہمارے پیچھے تم لوگ بھی اور زیادہ خوبصورت حسین ہوگئے ہو۔ (صحیح مسلم/ 2833)

اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ عورتیں خیموں میں رہنے کی وجہ سے دیدارِ الٰہی سے محروم ہوں گی، درست نہیں۔ حدیث میں صرف ایک واقعہ کا ذکر ہے: جمعہ کے دن مرد جنت کے بازار میں جائیں گے، ہوا چلے گی، اور ان کے حسن میں اضافہ ہوگا۔ اس روایت کا تعلق صرف اس موقع سے ہے، اس میں نہ رؤیتِ الٰہی کا ذکر ہے اور نہ محرومیِ رؤیت کی کوئی بات۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ”حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ“ (سورہ رحمٰن/ 72) کا مطلب یہ نہیں کہ وہ قیدیوں کی طرح محصور ہوں گی، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے دل اپنے شوہروں کے لیے خاص ہوں گے جیسا کہ مجاہد بن جبر مکی رحمہ اللہ سے اس کی تفسیر منقول ہے۔ اگر اس آیت کو حقیقی معنی پر بھی محمول کیا جائے تو بھی یہ بات واضح ہے کہ یہ وصف حورعین کے متعلق ہے، دنیاوی خواتین کے بارے میں نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ رؤیتِ الٰہی سے متعلق احادیث میں واضح ہے کہ ہر صاحبِ ایمان اللہ تعالیٰ کے دیدار سے سرفراز ہوگا، اور اس رؤیت میں کسی کو کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ لہٰذا دنیوی اشیاء کی رؤیت کے قوانین کو جنت کی رؤیت پر قیاس کرنا درست نہیں۔

لہٰذا راجح اور محققین کے نزدیک درست ترین موقف یہی ہے کہ دیدارِ الٰہی

مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کے لیے بھی ہے۔ دونوں طبقات جنت کی دیگر نعمتوں کے علاوہ اس سب سے بڑی اور سب سے اعلیٰ نعمت سے لطف اندوز ہوں گے، اور یہی وہ انعام ہے جو جنت کی باقی تمام لذتوں پر فوقیت رکھتا ہے۔

کیا خواتین کو عیدین کے مواقع پر ہی دیدار الٰہی نصیب ہوگا؟

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ جنت میں مومن خواتین رویت باری تعالیٰ سے محظوظ تو ہوں گی لیکن انہیں یہ رویت صرف اور صرف عیدین کے دن نصیب ہوگی اور مرد حضرات کی طرح اکثر اوقات میں نصیب نہیں ہوگی۔ اس رائے کے حاملین نے اپنے موقف پر انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی اُس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو مومن اپنے ربّ عزوجل کا دیدار کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے یہ وعدہ فرمائے گا کہ وہ ہر جمعے کے دن اپنے ربّ کو دیکھیں گے، اور مومن عورتیں اپنے ربّ کا دیدار عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن کریں گی۔

حالانکہ اس روایت کو دلیل بنا کر کہنا کہ خواتین صرف عیدین کے مواقع پر ہی اللہ جل شانہ کا دیدار کریں گی، درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کو امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الرؤیا (حدیث نمبر:56) میں میں نقل کیا ہے اور یہ روایت ضعیف ہے۔ اس روایت کو امام دار قطنی نے احمد بن سلمان بن حسن نجاد حنبلی سے نقل کیا ہے اور ان کے بارے میں خود امام دار قطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''حدث من كتاب غيره ما لم يكن في أصوله ''یعنی اس نے (روایت کرتے وقت) کسی اور کی کتاب سے وہ چیزیں بیان کر دیں جو اس کی اپنی اصل نسخوں میں موجود نہیں تھیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''وكان قد عمي في الآخر فلعل بعض الطلبة قرأ عليه ذلك ''یعنی آخری زمانے میں یہ نابینا ہو گئے تھے، پس غالب گمان ہے کہ بعض طلبہ نے (کتاب کا غیر معتبر حصہ) ان کے سامنے پڑھ دیا ہوگا۔ (ملاحظہ ہو: کتاب المختلطین للعلائی 1/7)

اسی طرح اس سند میں ایک راوی ابوالحسن مولی بنی ہاشم نامی راوی ہے جو غیر معروف ہے۔

اس کی سند میں مروان بن جعفر سمری بھی ہیں جنہیں ابو حاتم رحمہ اللہ نے لین الحدیث قرار دیا ہے۔ امام ازدی نے کہا ہیکہ علمائے جرح نے ان پر کلام کیا ہے۔ امام ذہبی نے کہا ہے: ''له نسخة عن قراءة محمد بن إبراهيم فيها ما ينكر، رواها الطبراني. ''یعنی اس کے پاس محمد بن ابراہیم کی قراءت سے ایک روایت کردہ نسخہ ہے، جس میں بعض ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جنہیں ناقدین نے محلِّ انکار قرار دیا ہے۔ یہ نسخہ طبرانی نے روایت کیا ہے۔

ان تمام وجوہات کی بناء پر یہ روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے، چنانچہ اسے بنیاد بنا کر کہنا کہ خواتین کو عیدین کے مواقع پر ہی دیدار الٰہی نصیب ہوگا ہر گز درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ هذا میں علمائے سلف کے اقوال: خواتین کو بھی جنت میں رؤیتِ الٰہی کا شرف اسی طرح عطا ہوگا جس طرح مومن مردوں کو حاصل ہوگا۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ بات ثابت ہے کہ عورتیں بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گی، کیونکہ آخرت میں روایتِ باری تعالیٰ کے بارے میں جو نصوص وارد ہوئی ہیں، وہ الفاظ اور معنیٰ دونوں کے اعتبار سے مومنین مردوں کے ساتھ خواتین کو بھی شامل ہیں۔ ان نصوص کے عموم سے عورتوں کو خارج کرنے کے لیے کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو اس درجے کی ہو کہ اس عموم کا معارض بن سکے۔ لہٰذا لازم ہے کہ عقیدہ انہی قطعی نصوص کی بنیاد پر قائم کیا جائے، جو کسی معارض یا ہم مرتبہ مخالف دلیل سے خالی ہوں۔'' (مجموع الفتاویٰ 6/430)

تمام صحیح اور حسن احادیث اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ ان امور میں سب انسان برابر ہیں، خواہ مرد ہوں یا عورتیں؛ سب کا حساب و کتاب ہوگا، سب کو دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا، سب کو اپنے رب کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کا شرف ملے گا، اور سب کو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست گفتگو کا موقع ملے گا۔ (مجموع الفتاویٰ 6/435)

سخاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''کئی دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں شریک ہوں گے، بلکہ بعض دلائل تو بالکل واضح اور صریح ہیں۔ البتہ عورتیں مردوں کی طرح بار بار دیدار نہیں کریں گی، بلکہ انہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں کے برابر وقفے میں دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا۔ اسی طرح مردوں کے درمیان بھی فرق ہوگا: کچھ لوگ ایک دن میں دو مرتبہ دیدار کریں گے، کچھ ہفتے میں ایک مرتبہ (جمعہ کے دن کے برابر وقت) دیدار کریں گے، اور کچھ کو اس سے بھی زیادہ مرتبہ دیکھنے کا موقع ملے گا۔ بعض اہلِ ایمان عام مجمع کے ساتھ دیدار کریں گے، بعض کو تنہائی میں دیدار نصیب ہوگا، اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو سب کے ساتھ دیکھتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوں گے۔ یہ تمام فرق دراصل مراتب اور درجات کے اعتبار سے ہوگا۔ انبیاء کے مرتبے تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، صدیقین اور شہداء کے درجے تک عام امت نہیں پہنچ سکتی۔ اسی طرح عورتوں میں بھی مراتب اور فرق ہوگا، سب کا مقام و مرتبہ ایک جیسا نہیں ہوگا۔'' (الاجوبة المرضية فيما سُئل السخاوي عنه من الاحاديث النبوية 3/950)

مذکورہ تمام دلائل ومباحث سے یہ امر ثابت اور راجح ہوتا ہے کہ جنت میں دیدارِ الٰہی کی نعمتِ عظمیٰ محض مومن مردوں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ مومن خواتین بھی اسی طرح اس سعادتِ کبریٰ سے مشرف ہوں گی۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

محبت رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ابومعاویہ شارب بن شاکر السلفی

الحمدللہ ورب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم،امابعد:

محترم قارئین! جیسا کہ ہم سب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے اور ہمیں اس بات کا مکلّف بنایا ہے کہ ہم اپنی جان ومال، اپنی آل واولاد، اپنے خاندان اور اپنی ساری کائنات سے زیادہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں مگر افسوس صد افسوس اور بڑے ہی شرم وعار کی بات ہے کہ آج ہمیں اللہ اوراس کے رسول سے زیادہ اپنی جان اور اپنے مال ومنال اور اپنی آل واولاد سے محبت ہے،آج ہم اُس محبت میں کوتاہ ہیں جو محبت ہمارے اوپر فرض اور واجب ہے مگر آپ کو یہ جان کر بڑی حیرانی ہوگی کہ اس روئے زمین پر کچھ ایسی مخلوق بھی ہیں جو بے جان ہیں اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض اورواجب بھی نہیں ہے مگر اسے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی۔سبحان اللہ۔ہمیں تو حکم بھی دیا گیا اور ہمارے اوپر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کوفرض وواجب بھی قرار دی گئی مگر اس مخلوق کو نہ تو حکم ہوا اور نہ ہی اس کے اوپر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کوفرض وواجب قرار دی گئی مگر اسے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی،اب آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ ایسی کون سی بے جان مخلوق ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید محبت تھی تو وہ مخلوق جمادات میں سے ایک پتھروں کا پہاڑ ہے اور نباتات میں سے ایک لکڑی کا ٹکڑا ہے جیسا کہ خادم رسول سیدنا انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کو دیکھ کر فرمایا ”وَهَذَا أُحُدٌ وَهُوَ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ “ کہ یہ احد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔(مسلم:1392، بخاری:7333) یہ ایک بے جان پتھر کی بات ہے کہ اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی،اب ایک دوسری حدیث ایک بے جان لکڑی کے بارے میں پڑھئے کہ ایک لکڑی کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی شدید محبت تھی کہ جب اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا کیا گیا تو وہ بچے کی طرح بلک بلک کر رونے لگی،اوراس کی رونے کی آواز کو اولیاء اللہ کی جماعت یعنی کہ صحابۂ کرامؓ نے اپنے کانوں سنا بھی تھا۔سبحان اللہ۔جیسا کہ سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کا خطبہ دیتے تو اپنی پیٹھ کوایک لکڑی سے سہارا دے کر کھڑے ہوجاتے،جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ”ابْنُوا لِي مِنْبَرًا “تم لوگ میرے لئے ایک منبر بنا دو،اور یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے دیا تاکہ آپ کی آواز کو لوگ اچھی طرح سے سن اور سمجھ سکیں،آپ نے جیسے ہی حکم دیا لکڑی کا منبر بنا کر کے وہاں پر رکھ دیا گیا،پھر آپ خطبہ دینے کے لئے اس لکڑی کے ٹکڑے کا سہارا چھوڑ دیا اور منبر پر جلوہ افروز ہوگئے۔سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ ” فَلَمَّا قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ لِيَخْطُبَ حَنَّتِ الْخَشَبَةُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ “ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ لکڑی کا ٹکڑا بلک بلک کر رونے لگا،سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ ”وَأَنَا فِي الْمَسْجِدِ فَسَمِعْتُ الْخَشَبَةَ حَنَّتْ حَنِينَ الْوَلَدِ “ میں خود مسجد میں موجود تھا اور میں نے اپنی کانوں سے سنا کہ وہ لکڑی کا ٹکڑا ٹھیک اسی طرح سے رو رہا تھا جس طرح سے ایک گم شدہ بچے کی ماں بے قرار وبے چین ہوکر اپنے بچے کے لئے بلک بلک کر روتی ہے۔حضرت انسؓ کہتے ہیں وہ لکڑی کا ٹکڑا ”فَمَا زَالَتْ تَحِنُّ“ برابر بلک بلک کر روتا رہا، یہاں تک کہ ”حَتَّى نَزَلَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحْتَضَنَهَا فَسَكَنَتْ “ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے نیچے تشریف لائے اوراس کے نزدیک گئے اور پھر اس لکڑی کے ٹکڑے کو اپنے آغوش میں لیا تو تب جا کر اس کا رونا بند ہوا اور اسے چین وسکون ملا۔سبحان اللہ۔ایک لکڑی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ عالم ہے کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے آغوش میں نہ لیا،تب تک اسے چین وسکون اور قرار نہ ملا،اس حدیث کے ضمن امام ابن حبانؒ لکھتے ہیں کہ جب یہ حدیث امام حسن بصریؒ بیان کرتے تو رونے لگ جاتے اور فرماتے کہ ”يَا عِبَادَ اللَّهِ الْخَشَبَةُ تَحِنُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَوْقًا إِلَيْهِ لِمَكَانِهِ مِنَ اللَّهِ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ أَنْ تَشْتَاقُوا إِلَى لِقَائِهِ “اے اللہ کے بندو! ذرا غور کرو کہ اللہ کے پاس جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ ہے اس کو دیکھ کر ایک لکڑی کا ٹکڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربت کی جدائی پر کتنا بے چین وبے قرار ہوتا ہے تو تمہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں کتنا بے چین وبے قرار ہونا چاہئے۔(صحیح ابن حبان:6507،احمد:13363،الصحیحۃ:2174) ذرا ہم اور آپ اپنے اپنے

گریبان میں جھانک کرنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جائزہ لیں کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت کرتے ہیں اور ایک بے جان چیز کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اندازہ لگایئے کہ ایک بے جان چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی شدید محبت تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی برداشت نہ کرسکی اور بلک بلک کررونے لگی، اور ذرا یہ بھی سوچئے کہ جب ایک بے جان چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی شدید محبت تھی تو جو صحابۂ کرامؓ تھے اور جو صحابیات تھیں انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی شدید محبت رہی ہوگی، اور خود اس وقت کے اپنوں اور غیروں نے بھی اس بات کی گواہی دی تھی کہ جیسی محبت ان صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی پھر ویسی محبت اس کائنات میں کبھی بھی کسی نے کسی سے نہ کی ہوگی جیسا کہ سیدنا انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ " لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "، صحابۂ کرام کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب اس کائنات میں کوئی اور نہ تھا۔ (ترمذی: 2754، اسنادہ صحیح) یہ تو اپنوں کی گواہی تھی اب ذرا غیروں کی گواہی خود ان کی زبانی پڑھئے، صحیح بخاری کے اندر یہ بات مذکور ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع سے عروہ بن مسعودؓ کفار مکہ کے طرف سے ثالثی بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پھر واپس جا کر انہوں نے قریش مکہ کے سامنے برملا یہ کہا کہ اے میری قوم کے لوگوں سن لو! اللہ کی قسم! میں نے اب تک کئی بادشاہوں کے دربار میں حاضری دی ہے، میں نے قیصر وکسری اور نجاشی ان سب کے دربار میں حاضری دی ہے، لیکن " وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا " اللہ کی قسم! میں نے کبھی بھی یہ نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے ساتھی اس کی اتنی زیادہ تعظیم کرتے ہوں جتنی زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں، اللہ کی قسم! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم بھی تھوک دیا تو ان کے اصحاب نے اسے اپنے ہاتھوں پر لے لیا اور اسے اپنے چہرے اور اپنے بدن پر مل لیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اگر کوئی حکم دیا تو ہر شخص نے اسے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر وضو کیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس وضو کے پانی کے لئے لڑائی ہوجائے گی، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کا آغاز کرتے ہیں تو ہر طرف خاموشی ہی خاموشی چھا جاتی ہے، اور ان کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا یہ عالم ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بھر کر دیکھتے تک نہیں ہیں۔ (بخاری: 2731 / 2732)

اللہ اکبر کبیرا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا عالم اور ایک ہم اور آپ ہیں دعوے تو بہت زور وشور سے کرتے ہیں کہ ہم محبّ رسول ہیں مگر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بات آجاتی ہے تو بغلیں جھانکنے لگ جاتے ہیں۔

حدیث کا مفہوم ہے کہ جو انسان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل وجان سے محبت کرے گا تو اسے ایمان کی مٹھاس اور چاشنی ضرور ملے گی، اور اس کی دلیل اور اس کا واضح ثبوت یہی صحابۂ کرام ہیں کہ انہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ اپنے نبی کے نام کردیا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کو اپنے ایمان میں مزہ آتا تھا، حق کے لئے زخم کھانے میں بھی انہیں مزہ آتا تھا، تکلیفیں جھیلنے میں تو انہیں اور مزہ آتا تھا، انگاروں اور گرم ریت پر لیٹنے میں تو انہیں صرف مزہ ہی نہیں بلکہ خوشی ہوتی تھی اور یہی وہ وجہ تھی کہ دنیا کی بڑی سی بڑی طاقتیں اور بڑی سی بڑی مصیبتیں بھی ان کے پاؤں کو ڈگمگا نہ سکیں، اور یہ سب کیوں ہوا؟ صرف اور صرف اس وجہ سے کہ وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں سچے و پکے تھے، ذرا آپ خود سوچئے کہ صحابۂ کرام کو دنیا میں جنت کی بشارتیں اور اللہ کی رضا وخوشنودی ایسے ہی مل گئیں تھیں؟؟ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ اس کے لئے انہوں نے اپنے جان ومال اور اپنی تمام خواہشات کو اللہ اور اس کے رسول کے نام کردیا تھا! اور ایک ہم اور آپ ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں فری میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت مل جائے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم نماز نہ پڑھیں مگر اللہ ہم سے محبت کرے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم جیسا چاہیں ویسا کریں مگر اللہ ہم سے خوش رہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم من مانی زندگی گذاریں مگر اللہ ہم سے راضی رہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم دین پر نہ چلیں مگر اللہ ہمارے دشمنوں کو مغلوب کردے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے رہیں مگر اللہ ہمیں اپنی رحمتوں سے نوازتا رہے، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ ہماری بھول ہے، ایسا نہیں ہوتا ہے کہ کسی کو فری میں سب کچھ مل جائے، کچھ پانے اور کچھ مقام حاصل کرنے کے لئے کچھ قربانیاں دینی پڑتی ہے۔ اپنی تمام نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تن من دھن سے غلامی کرنی پڑتی ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہم سے محبت کرنے لگے، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہم سے راضی ہوجائے، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہمارے دشمنوں کو مغلوب کردے تو پھر ہم کو بھی انہیں صحابۂ کرام کی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دل وجان سے محبت کرنی پڑے گی، اور انہیں کی طرح اپنا تن من دھن اور اپنا سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے نام کرنی پڑے گی سوال یہ ہے کہ کیا ہم بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت کرتے ہیں جس طرح سے ان صحابۂ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیا تھا؟؟

☆☆☆

مدارس اسلامیہ - اہمیت وافادیت

ابوالقیس عبدالعزیز مدنی

﴿فَلَوْلاَ نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُواْ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾[التوبہ:۱۲۲]

قرآن مجید میں بہت سارے مقامات پر اقتضائے حال کے مطابق انسانوں کو تفکر وتعقل کی دعوت اور حصول علم و دانش کی تعلیم دی گئی ہے، نیز اہل علم کی برتری و فضیلت کونمایاں کیا گیا ہے۔قرآن کریم کی نازل ہونے والی سب سے پہلی آیت ہی میں پڑھنے سیکھنے اورقلم کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے اورعلم ومعرفت کی طرف رجحان کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، جواس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ علم کواونچا مقام اوراہل علم کو رتبہ بلند حاصل ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾[المجادلہ:11]

چونکہ علم وہ بنیادی چیز ہے جس کے ذریعہ انسان خالق ومخلوق کے حقوق و واجبات اور اپنے فرائض ومسئولیات سے آگاہ ہوتا ہے۔انسان کے اوپر جس قدر جہالت طاری ہوگی اسی قدر وہ غافل اور غیر ذمہ دار ہوگا۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل علم کے بارے میں فرمایا:﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾[الفاطر:۲۸]علم ومعرفت سے ایک طرف انسان کی دنیوی زندگی کامیاب ہوتی ہے تو دوسری طرف اس کی اخروی زندگی بھی سنورتی اور آباد ہوتی ہے۔حصول علم کا ایک مقصد تبلیغ اوراشاعت دین بھی ہے اور یہ مقصد اس وقت پورا ہوگا جب مبلغ حسن اخلاق اور بہتر کردار کا پیکر ہوگا، اس کے علم کی چھاپ اس کے سیرت وکردار سے نمایاں ہوگی۔ انسان فطری طور پر اجتماعیت پسند ہے اس لئے فرد اور معاشرہ لازم وملزوم ہے۔افراد کا اثر معاشرے پر پڑتا ہے کیونکہ معاشرہ افراد ہی سے تشکیل پاتا ہے، اور معاشرے کا اثر افراد پر ہوتا ہے کیونکہ افراد کی غالب اکثریت معاشرے کی رو میں بہنے کی عادی ہوتی ہے۔ بالخصوص بچے اور نوجوان اپنے ماحول سے بہت جلد اور بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔اس لئے اگر معاشرہ صحت منداقدار کا حامل ہوتو اس کے آغوش میں فرد کے لئے شخصیت کی تعمیر کا عمل آسان ہوجاتا ہے۔اس کے برعکس اگر معاشرہ شر وفساد سے بھرپور ہوتو بیشتر افراد خود بخود اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔لہٰذا معاشرہ افراد کے لئے ایک عظیم تربیت گاہ ہے۔

امت مسلمہ کے سب سے پہلے مربی، معلم، مرشداوراسلامی فن تعلیم اوراصول تربیت کے حقیقی بانی خاتم الانبیاء محمد بن عبداللہ علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ہیں، جن کی دینی دعوت کے ساتھ ہی اسلامی تعلیم کا آغاز ہوا۔اوراس کی ابتداء مسجد سے ہوئی جو اسلامی تعلیمات کی پہلی درس گاہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم اور خلفاء راشدین کے زمانوں میں مسجد ہی لوگوں کے لئے مقام اجتماع ہوتی۔مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کی ہوئی مسجد نبوی درحقیقت مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کی ہوئی مسجد نبوی درحقیقت قدیم ترین دینی وتعلیمی مرکز ہے۔جو بنیادی تعلیمات کی ابتدائی درس گاہ ہونے کی حیثیت سے اسلامی تعلیم و تربیت کا اولین گہوارہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گرچہ مسجد کو تعلیم کے ایک اساسی مرکز کی حیثیت حاصل تھی تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی جہاں لوگ ہوتے تعلیم کا فریضہ انجام دیتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز عمل تعلیمی میدان میں کام کرنے والے صحابہ اور پھر تابعین کے لئے اتباع کا موجب بنا۔اور یہی وہ حضرات تھے جنہوں نے عمومی تعلیماتی مراکز کے ساتھ خصوصی تعلیمی مقامات کی ضرورت کا احساس کیا۔

اسلامی تعلیم نے اپنی کارکردگی کا اولین مرحلہ تعلیمی مرکز کے طور پر مسجد سے شروع کیا، پھر مسجد نے اسلامی سماج میں تعلیم کے بنیادی مرکز کی حیثیت اختیار کرلی اور پھر اسلامی مدارس وجامعات کے قیام کی اولین بنیاد مسجد ہی بنی۔مرور ایام کے ساتھ بتدریج مسجد کا علمی تعلیمی مقام بلند ہوتا چلا گیا۔دوسری صدی ہجری کے آغاز سے تیسری صدی ہجری کے اختتام تک کے زمانہ کو مسجد کی تعلیمات کا درخشاں ترین دور کہا جاسکتا ہے۔

اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا دولت اسلامیہ کی سرحدوں میں توسیع ہوتی رہی ساتھ ہی مفتوحہ علاقوں میں عربی زبان سیکھنے کا عمل شروع ہوا۔خلفاء راشدین اور پھر امویوں کے دورحکومت میں اسلامی علاقوں کے مرکزی مقامات میں بڑی بڑی مسجدیں تعمیر کی گئیں جو جامع کہلاتی تھیں۔ان جوامع میں صحابۂ عظامؓ اور تابعین کرام رحمہم اللہ دین اسلام کے اصولوں کی تعلیم دیتے تھے مثال کے طور پر مکہ کی مسجد حرام، مدینہ کی مسجد نبوی، بیت المقدس کی مسجد اقصی، بصرہ کوفہ کی جامع مسجد، دمشق کی جامع اموی، تونس کی جامع زیتونہ اور مراکش کی جامع قیروان اس دور کے مشہور دینی تعلیمی مراکز رہے ہیں۔فروغ دانش اور توسیع علم کی خدمت کے لحاظ سے ان جوامع اور اسلامی مراکز نے بڑے نمایاں نقوش مرتب کئے ہیں۔اگر چہ مدرسہ کا شمار اپنے نام کے لحاظ سے چوتھی صدی ہجری یا اس کے بعد کی ایجادات میں ہوتا ہے تاہم یہ دینی دانش گاہیں درحقیقت بہت سارے ایسے اقدامات کا نتیجہ تھیں جو چوتھی صدی ہجری

سے پہلے اٹھائے گئے تھے۔یعنی مدرسہ اپنے سے پہلے کی تمام اسلامی تعلیمات کے مظاہر کا نتیجہ ہے۔ اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اسلام کے اندر تعلیم کے مخصوص مراکز نے مدارس دینیہ کے قیام میں قابل ذکر کردار ادا کیا، جو پانچویں صدی ہجری میں جدید اسالیب وخصوصیات کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اس پانچویں صدی میں اشاعت دین وعلم کے لئے مدارس پر بھروسہ کیا گیا اور اسلامی حکمرانوں کے نزدیک اسے ایک ضروری عمل محسوس کیا گیا، چنانچہ انہوں نے مدارس کے قیام میں زیادہ دلچسپی لینا شروع کیا۔

اسلامی دعوت کے فروغ نے تعلیمی ترقی کے میدان میں مؤثر کردار ادا کیا، اس لئے کہ اسلام نے لوگوں کو عظمت علم کی شناخت اور حصول علم کی ترغیب دی ہے۔ قرآن کریم میں یہ بتایا گیا ہے کہ علم کا مرتبہ کتنا بلند اور اہل علم کا مقام کتنا اونچا ہے۔ عقلاء وعلماء کا مرتبہ اعلی وارفع ہے جبکہ سفہا وجہلا کی حیثیت نہایت پست ہے۔قرآن مجید نے لاعلمی کو نابینائی سے تعبیر کیا ہے اور جہالت کو گمراہی، اندھیرے اور موت سے تشبیہ دی ہے۔ ویسے بھی تعلیم انسانی سماج کی جملہ ضروریات میں سے نہایت اہم ضرورت ہے چونکہ اسلام کا مقدس آئین اسلامی سماج میں ایک مکمل نظام اور ضابطہ حیات کے طور پر سامنے آیا ہے جو زندگی کے تمام مراحل ومظاہر پر محیط ہے۔ لہٰذا اسلامی سوسائٹی کے تمام افراد کے لئے اسلامی علوم پر توجہ دینا اور دینی تعلیمات کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ ایک ایسے سماج میں جس کے افراد قوانین اسلام کے پیروکار ہوں، اسلامی افکار ونظریات کی تبلیغ کے لئے تعلیم اولین ذریعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں تربیت کو یقینی بنانے کے لئے تعلیم ایک پسندیدہ عمل کے طور پر مقبول ہوئی ہے۔ اور اسے دعوت اسلامی کی خدمت کے لئے استعمال کیا گیا جس کا مقصد لوگوں کو دین کے احکام سے آگاہ کرنا، حلال وحرام کو بیان کرنا، دنیا وآخرت کے احوال سے لوگوں کو باخبر کرنا اور انہیں ان کے حقوق وواجبات سے مطلع کرنا تھا، اسی عظیم مقصد کی خاطر تشنہ گان علوم اسلام کے لیے رہائشی دانش گاہیں تعمیر کی گئیں تاکہ وہ تعلیم کو زیادہ فراغت اور سکون کے ساتھ حاصل کرسکیں اور ان کے لئے اس عمل کو جاری رکھنا یقینی بنایا جاسکے۔ یہ طریقہ کار بہت سے طلبہ کے حق میں ایک بہترین مددگار ثابت ہوا جو دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں سے اپنا گھر بار چھوڑ کر حصول علم کی خاطر غریب الوطنی کی زندگی گزارتے تھے اور زیادہ تر حالات میں ان کی ضروریات کو فراہم کرنا بڑا سخت مرحلہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے باوجود ان رہائشی تعلیمی اداروں کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہوں نے ایسی نابغہ روزگار شخصیتوں کو سہارا دیا کہ اگر انہیں یہ ٹھکانہ نہ مل ہوتا تو ممکن تھا کہ ان کی آتش استعداد اور شرارہ شوق غربت وافلاس کی ہواؤں سے بجھ گیا ہوتا۔ مدرسہ مستنصریہ میں ہر طالب علم کو غذا روشنائی اور چراغ کا تیل دیا جاتا تھا۔ انہیں رہائشی سہولیات کے ساتھ غذا فراہم کی جاتی تھی۔ ان سہولتوں کے ساتھ ماہانہ ایک دینار نقد دیا جاتا تھا، علاوہ ازیں حمام کا انتظام تھا اور ایک اسپتال تھا جہاں بیمار طلبہ کا علاج کیا جاتا تھا۔

مدارس اسلامیہ کتاب وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے قائم ہوئے جو اسلامی عقائد کی نشر واشاعت، دینی علوم وفنون کی تعلیم، ملی روایات واقدار کا تحفظ، دعوت وتبلیغ اور اصلاح وارشاد کے فریضے کو انجام دیا کرتے ہیں، معاشرہ کی اصلاح کرتے ہیں، اس میں پائی جانے والی برائیوں اور خرابیوں کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلامی تہذیب وتمدن اور اقدار عالیہ کی روشنی میں جدید نسل کی تعمیر کرتے ہیں۔ ان مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد یہ رہا ہے کہ وہ دینی علوم وفنون کا مرکز بنیں اور ایسے افراد تیار کئے جائیں جو مستقبل میں دینی علوم کے امین اور ترجمان بنیں، وہ اسلام کے مزاج، انسانی ضروریات، اور زمانے کے تیور کو سمجھیں، دین کی تفہیم وتشریح کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اسلام کی تبلیغ کریں۔ مدارس کا قیام اور پوری دنیا میں جو اس کا نظام ہے اس کے پس پشت یہی جذبہ کارفرما رہا ہے، اور یہ جذبہ دراصل قرآن مجید کا عطیہ بے بہا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ [التوبہ:۱۲۲]۔ مسلمانوں کی عظمت رفتہ ان کی تعلیمی وتدریسی کاوشوں کا نتیجہ تھی، ان کی سیاحتوں کے مقاصد میں سے ایک عظیم اور بنیادی مقصد حصول علم تھا۔ وہ علم سیکھنے اور سکھانے کے لئے ہمہ وقت مستعد رہا کرتے تھے۔ سفر وحضر میں بھی ان کی دلچسپیوں کا محور تعلیم وتعلم تھا۔ یہ حضرات حصول علم کو دینی فریضہ بلکہ فرض عین سمجھتے ہوئے اس میں ہمہ تن مشغول ہوگئے۔

جن مقدس لوگوں نے ہمارے معاشرے میں مدارس کو عملی شکل دی اور جن لوگوں نے اس کی شکل میں رنگ بھرا ہے اسے نکھارا اور سنوارا ہے انہیں اسی آیت کریمہ سے حوصلہ ملتا رہا ہے۔ ان کے سامنے یہ حقیقت رہی ہے کہ پوری ملت یا ملت کے اکثر وبیشتر افراد زندگی کے تمام کاموں سے کٹ کر دینی علوم حاصل کریں یہ ممکن نہیں اس لئے ایک جماعت تیار کردی جائے جو علوم دینیہ کی امین اور ترجمان ہو جس کا محور فکر دینی علوم کی اشاعت ہو اور جو زندگی کے سرگرم سے بے نیاز ہوکر رضاء الٰہی کی خاطر سنت نبوی کو زندہ کرنے اور دینی علوم کو ترقی دینے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے۔ یہ جماعت پورے اخلاص اور امانت داری کے ساتھ دین کی تعلیم کو عام کرے اور قرآن مجید کی رہنمائی کے مطابق حصول علم وآگہی کے لئے گھر چھوڑے۔ علم میں مہارت حاصل کرے اور جب وطن لوٹے تو قوم کو پورے طور پر سمجھائے۔ اور یہ حکم کسی سال یا صدی، کسی ملک یا مخصوص خطہ سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ایک مسلسل عمل ہے جسے امت مسلمہ کے وجود کے ساتھ باقی رہنا ہے۔

مدارس کا قیام اور طلبہ کا دینی علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنا ارشاد الٰہی کا

لازمی اثر ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی صراحت فرمادی کہ یہ علم نہ تو خاندانی برتری کے لئے حاصل کیا جائے اور نہ شہرت وعزت کے لئے۔نہ ہی اس علم کو دنیوی منافع کے حصول کی منزل سمجھ کر اپنایا جائے، بلکہ یہ علم صرف خدمت خلق اور تبلیغ دین کی خاطر سیکھا جائے۔اسی لئے راہ علم دین کے مسافر کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ پہلے اپنی نیت صاف کرلے، اپنے آپ کو ہر طرف سے یکسو کرلے اخلاص اور توکل کو اپنا شعار بنائے اور ایثار کو زندگی کا نشان سمجھے تاکہ آنے والے دنوں کی تلخیاں اور سختیاں مسافر علم کے پایہ استقامت کو ڈگمگا نہ سکیں اور تبلیغ دین کا سپاہی کہیں تھک کر ہمت نہ ہار دے۔یہ ہدایتیں اس لئے دی گئی ہیں تاکہ جو شخص یا جماعت علوم دینیہ کی امین ہوگی اور اس کی اشاعت کی ذمہ داری قبول کرے گی، اس کا کام پھیلا ہوا ہوگا۔ اس کی دینی ذمہ داری اتنی طویل ہوگی کہ پھر وہ دوسرے کاموں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکے گی۔اور یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ علم وتحقیق، وعظ وتبلیغ یا درس وتدریس کا فریضہ انجام دیتے ہیں ان کے پاس دوسرے کاموں کی طرف متوجہ ہونے کا یا تو وقت ہی نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے، ان کاموں کی وسعت اور علمی کاموں کی یکسوئی جو لازمی ضرورت ہے اس کا طریقہ رہا ہے کہ ایسے لوگوں کو صرف علمی ودینی کاموں کے لئے فارغ رکھا جائے۔ان کی ضرورتیں پوری کی جائیں اور انہیں صرف راہ علم دین میں مصروف رکھا جائے۔ماضی میں اشخاص وافراد ایسے دینی اداروں اور علمی شخصیتوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور آج بھی مختلف جماعتیں، تنظیمیں، محسنین ومخیرّ حضرات دینی وعلمی کارواں کے مسافروں کو دینی ذمہ داری اور ثواب کا کام سمجھ کر زادِ راہ پیش کرتے ہوئے ان کے اخراجات کی فراہمی میں بھرپور حصہ لے رہے ہیں، دینی مدارس زکاۃ وصدقات اور عطیات ہی کی رقم سے چلتے ہیں۔ان اداروں کی بنیادی پہچان یہ ہے کہ یہ غریب پرور ہیں اور غرباء کے نام پر چلتے ہیں۔مدارس دینیہ کا رخ عام طور پر دیہات کے غریب طلبہ ہی کرتے ہیں اور بسا اوقات دور دراز پچھڑے علاقوں سے آتے ہیں اور بااوقات ایسا بھی ہوا ہے ان کے دیہات یا گھرانوں میں نئی نئی سنت کی کرنیں داخل ہوئی ہوتی ہیں۔ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد دینی تعلیم سے آراستہ ہوکر بدعات وخرافات سے اپنے گاؤں دیہات اور کنبہ قبیلے کو بچائیں۔ایسی صورت میں مدارس دینیہ کی اساسی مقصدیت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان طلبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

بڑے بڑے مدارس اور دینی جامعات جہاں علوم دینیہ کی تکمیل کرائی جاتی ہے جو طلبہ دینی نصاب کو پڑھتے ہیں ان سے یہ توقع رکھنی چاہئے کہ وہ فارغ ہوکر علوم اسلامیہ سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہوئے دین کے خادم بنیں گے اور قرآنی آیات کا مصداق ثابت ہوں گے۔مجھے اس سے انکار نہیں کہ چند فارغین میں بعض خامیاں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں لیکن ان تمام خامیوں کے باوجود یہی لوگ اور یہی دینی ادارے ٹھوس دینی تعلیم کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور برے حالات میں علوم اسلامیہ کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔دینی تعلیمی اداروں کو چلانے کے مشکلات و صعوبات کتنے بھی زیادہ ہوں لیکن ان کی مقصدیت، نوعیت اور پہچان کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔دینی کام سخت ضرور ہے لیکن اس اہم کام کو انجام دینا بھی ضروری ہے تاکہ معاشرہ سیدھی راہ پر گامزن رہ سکے اس کے جملہ ضروریات زندگی کی تکمیل اسلام کے سایے میں انجام پاسکے۔آئین چمن بندی ہے کہ گلاب کو اگانے کے لئے کانٹوں کی آبیاری کرنی پڑتی ہے۔گل کے جویا کو خار کا کھٹکا نہیں ہوتا۔کانٹوں سے راہ فرار اختیار کرنا شوق کی کمی کی نشاندہی کرتا ہے۔

مدارس دینیہ کے اغراض ومقاصد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے والے مختلف شکل اور نوعیت کے افرا اور نوعیت کے افراد علمی خاندان نما ایک بڑا سا کنبہ کی حیثیت رکھتے ہیں جس کے ارکان دراصل مدرسہ کے چار بنیادی ستون کا درجہ رکھتے ہیں جو دینی تعلیم وتربیت کے مشن پر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔پہلا ستون ذمہ داران مدرسہ، دوسر ستون اساتذہ کرام، تیسرا ستون طالبان علوم نبوت اور چوتھا ستون موظفین وعملہ ہیں۔ان چار بنیادی ستونوں کا یہ فرض ہے کہ وہ یک جٹ ہوکر کام کریں اور یہ مان کر اور طے کرکے چلیں کہ انہوں نے ایک ذمہ داری اٹھائی ہے اور تعلیم وتربیت کا مطلب کاردین کے لئے ایک نسل تیار کرنی ہے۔لہٰذا ان کی منزل ایک ہے، ان کا کارواں ایک ہے، وہ ایک ہی راہ کے راہی ہیں، چونکہ اس وقت دینی تعلیم وتربیت کا کل سرمایہ یہی مدارس دینیہ رہ گئے ہیں۔اس لئے ان چار اکائیوں کے درمیان مکمل ہم آہنگی ہونی چاہئے۔اگر لاقدر اللہ ان کی راہیں جدا ہوگئیں، ان کا الگ الگ کارواں بنا، اگر انہوں نے اپنی منزل الگ الگ طے کرلی تو کامیابی نہیں مل سکتی، اور نہ تعلیم وتربیت کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔تعلیم وتربیت کے تعلق سے یہ بدیہی حقائق ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔مدرسہ کے تعلیمی مشن کو مؤثر بنانے کے لئے تعلیم وتربیت کی تمام اکائیوں کو ایک تعلیمی خاندان اور فیملی مان کر چلنا چاہئے۔اور انہیں یہ سمجھنا چاہئے کہ ان کی ذہنی وفکری ہم سفری، یگانگت اور ہم آہنگی شرط اولین ہے۔اساتذہ کا دل جیت کر اور عملہ کو خوش کرکے ان سے طلبہ کی دینی وعلمی وتربیتی رہنمائی کا کام لینا چاہئے۔تعلیم وتربیت کے میدان میں کام کرنے والے اور قیام مدارس کے ذریعہ معاشرہ کی خدمت کرنے والے یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ ایک انتہائی عظیم اور نیک کام انجام دے رہے ہیں۔

اسلامی معاشرے کے اندر کچھ افراد ایسے بھی ہوں گے جو دینی مدارس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے انہیں حقارت یا کم از کم ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔اور نہ معلوم ان دینی مدارس کو وہ کس زاویۂ نگاہ سے دیکھتے اور ان سے جڑے ہوئے افراد کو کیا سمجھتے اور کہتے ہیں۔اس قسم کے لوگوں سے ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ وہ انصاف سے کام لیں۔ اور ذرا یہ تصور کریں کہ اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو ہمارے اسلامی معاشرے کا کیا حال ہوتا ممکن ہے آپ مسجد میں جاتے تو نماز پڑھانے کے لئے امام نہ ہوتا اور آپ مسجد

میں بیٹھے امام صاحب کا انتظار کر رہے ہوتے۔ یا آپ کے کسی عزیز کا جنازہ تدفین کے لئے تیار ہوتا اور نماز جنازہ پڑھانے کے لیے مولانا صاحب نہ ہوتے۔ یا آپ کے کسی رشتہ دار کی تقریب شادی ہوتی اور آپ کسی عالم کی تلاش میں ہوتے جو نکاح پڑھادیتا۔ لہٰذا مدارس دینیہ کی خدمات اور کارناموں کو سراہتے ہوئے عوام الناس کی یہ خواہش ہونی چاہئے کہ علم ومعرفت کے یہ مینارے ہمیشہ اپنی روشنی بکھیرتے رہ رتے رہیں، ان مدارس کے ساتھ مادی تعاون پیش کرنے والوں کے یہ جذبات ہونے چاہئیں کہ ہم ان کا زیادہ سے زیادہ تعاون کرسکیں تاکہ دنیا میں ان دینی درس گاہوں سے عوام اور ان کے بچوں کو دینی علمی فائدہ پہنچے، اور اس تعاون پر آخرت میں ہمیں اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر وثواب حاصل ہوسکے۔ اسی طرح دینی علوم وفنون سے تعلق رکھنے والے ماہرین تعلیم اور علماء کی یہ تمنا ہونی چاہئے کہ مدارس دینیہ کا نظام تعلیم بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ مؤثر ثابت ہو۔ اور یہ مدارس سچ سچ اسلام کے قلعہ بن جائیں۔ یہاں سے ایسے ایسے علماء وفضلاء فارغ ہوکر نکلیں جو دینی علوم میں فی الواقع رسوخ رکھتے ہوں، جو متقی ہوں، مکاید نفس اور شیطان کی چالوں سے واقف ہوں، جدید علوم سے بھی باخبر ہوں، معاشرے میں بگاڑ اور خامیوں سے واقف ہوں تاکہ اس کی اصلاح کی سمت میں کوئی مؤثر اور مثبت قدم اٹھاسکیں۔

ہمیں اپنی ضرویات زندگی کے حصول اور اسلامی سانچے میں ڈھلے ہونے پر اللہ تعالیٰ کے بعد انسانی دنیا اور اپنے معاشرے کے ممنونِ احسان ہونا چاہئے کہ انھوں نے ہمارے منشا کے مطابق ہمیں خوراک پوشاک مکانات اور کتابیں مہیاں کیں۔ اور یہ ایک ایسا قرض ہے جس کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں چاہئے کہ معاشرے کی تھوڑی بہت خدمت کرلیں۔ انسانیت اور سماج نے ہمارے اوپر صرف اتنا احسان نہیں کیا کہ ہمیں کپڑے دیئے کھانے کو دیا اور ہمارے سروں پر چھت مہیا کی بلکہ ہماری پوری ہستی ہی اس کی احسان مند ہے۔ خاص طور پر موجودہ ناگفتہ بہ حالات میں عوام کو مدارس دینیہ کی تعمیر وترقی کی ذمہ داری قبول کرنی چاہئے اس کے بغیر دینی کاموں کا کارواں آگے نہیں بڑھ سکتا۔

امید ہے کہ قارئین کرام کے لئے یہ مختصر سا مضمون مہمیز کا کام دے علم سیکھنے اور سکھانے کا قوی جذبہ اور خدمت دین کی سچی لگن اور تڑپ سماج کے لوگوں میں پیدا ہوجائے، تاکہ وہ اپنے نونہالوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے انہیں مدارس اسلامیہ میں داخل کریں اور ان مدارس کے ذمہ داران کے ساتھ ان کا بہتر مادی ومعنوی تعاون جاری رہے تاکہ یہ مدارس حقیقت میں مینارۂ نور ثابت ہوں اور قوم وملک کی خدمت انجام دے کر دینوی واخروی سعادت وکامرانی سے سرفراز ہوسکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو مدارس کی اہمیت وضرورت اور افادیت کو سمجھنے اور ان کا بھرپور تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ناظم کا، امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

مولانا نورالاسلام شفیع مدنی

بڑوں اور بزرگوں کی تعلیم

اسلام میں علم کو اولیت واسبقیت اور بلند مرتبت حاصل ہے، اسی سے اسلامی تعلیمات کے تسلسل کا آغاز کیا گیا اور پہلا الٰہی فرمان (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ) کی صورت میں نازل ہوا، نیز اس کو عقیدہ توحید پر بھی فوقیت عطا کیا گیا اور (فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)[محمد:19]اور (فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ)[هود:14] کا واضح فرمان نازل ہوا، علاوہ ازیں اس کو رفعت وسر بلندی کا سرچشمہ قرار دیا گیا (يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ)[المجادلة:11]اور (نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّن نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ)[یوسف:76] یعنی ایمان وعلم کے ذریعہ ہم جس کے درجات کو چاہیں بلند کردیتے ہیں[تفسیر القرطبی، تفسیر سورہ یوسف]، اور نبی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين "[صحیح مسلم:817]، یقیناً اللہ تعالی قرآن کے ذریعہ بعض اقوام کو سربلندی عطا کرتا ہے اور بعض کو پستی، تحصیل علم ایک عظیم عبادت اور افراد ملت پر عائد ایک اہم دینی فریضہ بھی ہے "طلب العلم فريضة على كل مسلم "[صحیح الجامع للالبانی:3914]، اور اس راستے کا مسافر راہ جنت کا مسافر ہوتا ہے:" من سلک طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا إلى الجنة "[ابوداود: ,3641 والترمذی:2682، وابن ماجہ: 223 وغیرہم]، ان نصوص میں طلب علم کی فضیلت اور طالبان علوم کی حیثیت کو مترشح کیا گیا ہے، مگر ان میں یا دیگر کسی شرعی نص میں طلب علم کے لئے زمان ومکان، یا عمر یا مدت تحصیل کی تحدید وارد نہیں ہے، بلکہ ان نصوص میں تمام صغیر وکبیر اور ہر ایک صنف وعمر اور ہر ایک مقام ومرتبہ کے لوگ شامل ہیں، چنانچہ ہر شخص کے لئے علم کے دروازے بقائے حیات تک کھلے ہوئے ہیں، مہد سے لے کر لحد تک علم حاصل کیا جاسکتا ہے، آج اس کو انسان کے بنیادی حقوق میں شامل کیا جارہا ہے اور جہالت وناخواندگی کے خاتمہ کے لئے کوشاں ممالک کے اندر تعلیم بالغاں کا اہتمام اور اس کے لئے خصوصی انتظامات کئے جارہے ہیں، اس میدان میں بھی اسلام کو تمام اقوام پر اسبقیت حاصل ہے، تمام ترترغیبات کے علاوہ جمعہ کے خطبوں، مساجد کے دروس، محاضرات، مواعظ ونصائح، اور مختلف مناسبات کی تقریروں اور بیانوں کے ذریعہ ابتدا ہی سے اس نے تعلیم بالغاں اور تعلیم نسواں کا زبردست انتظام کر رکھا ہے، اور انہی ترغیبات واہتمامات کی بنا پر علمائے سلف مراحل حیات کا خیال کئے بغیر طلب علم میں ہمیشہ سرگرداں وجادہ پیما رہے اور ہمیں یہ بتاتے ہوئے رخصت ہوئے کہ تحصیل علم کی کوئی خاص عمر یا حد نہیں ہے اور یہ کہ جوانی کے بعد بھی تعلیم حاصل کر کے کوئی شخص فقیہ عصر اور محدث دوراں وادیب زماں بن سکتا ہے، امام احمد رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: مع المحبرة إلى المقبرة، یعنی قبرستان تک قلم دوات کا ساتھ رہے گا[مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص 37]اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے تھے: سب سے بڑا عالم طلب علم کا سب سے زیادہ حاجت مند ہے کیونکہ اس کی غلطی سب سے قبیح وسنگین غلطی شمار ہوتی ہے] جامع بیان العلم، رقم 589[، جب نامور ائمہ دین طلب علم کے ایسے دیوانے ہو سکتے ہیں اور اسلام ان کے اندر ایسا علمی جنون پیدا کرسکتا ہے تو وہ جہالت سے کس قدر رنجیدہ اور جہلاء کی تعلیم کے تعلق سے کس قدر سنجیدہ ہوسکتا ہے؟۔

شوق علم ہمیشہ جوان رہنا چاہئے: اسلامی نظریہ تعلیم کے مطابق باب علم ہر ایک کے لئے ہمہ وقت کھلا ہوا ہے، اللہ تعالی کی عنایتوں کا چشمہ ہمہ وقت جاری وساری رہتا ہے، راہ علم ہمیشہ ہموار اور طریق تعلم وتفقہ ہردم استوار ہوتا ہے، جویائے علم شریعت کے جام شیریں سے کبھی آسودہ حال نہیں ہوسکتا ہے، رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّم کا ارشاد عالی مقام ہے:" منهومان لا يشبعان، طالب علم وطالب دنيا "دو حریص ایسے ہیں جو کبھی آسودہ حال نہیں ہوسکتے، ایک طالب علم اور دوسرا طالب دنیا[صحیح الجامع الصغیر:6625]، اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: لا يزال الرجل عالما ما تعلم فاذا ترک کان أجهل، یعنی آدمی اس وقت تک عالم رہتا ہے جب تک سلسلہ تعلم جاری رکھتا ہے، جب اس کو ترک کردیتا ہے تو اجہل بن جاتا ہے[الحث علی طلب العلم، ص 59]، اور ابن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے: میں کوفہ پہنچا تو وہاں چار ہزار نوجوان طلب علم میں سرگرداں تھے، وہ فرماتے ہیں:" ما زال قتادة متعلما حتى مات "یعنی قتادہ رحمہ اللہ اپنی وفات تک طالب علم ہی رہے[الحث علی طلب العلم ص 62]، اور امام ابو الحسن ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بسا اوقات آدمی اپنی درازی عمر اور بچپن کی کوتاہی پر شرم محسوس کرتے ہوئے بڑی عمر میں تعلیم حاصل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا ہے، وہ خود کو جاہل کہلانا گوارا کر لیتا ہے اور تعلیم شروع کرنے پر جہل پر قائم رہنے کو ترجیح دیتا ہے، یہ جہالت ہی کا ایک شاخسانہ اور کاہلی وسستی کا کرشمہ ہے، اگر علم فضیلت کی چیز ہے تو اس سے سن رسیدہ لوگوں کی دلچسپی اور اس فضیلت کے حصول کی کوشش بھی فضیلت ہے، اور اس کا تعلیم یافتہ بوڑھا ہونا بہر حال جاہل بوڑھا ہونے سے بدرجہا بہتر ہے[ادب الدنیا والدین:26]۔

علمائے سلف اصاغر سے بھی کسب فیض کیا کرتے تھے: موسی علیہ السلام نے عظیم

المرتبت نبی ہونے کے باوجود حضرت خضر کی شاگردی اختیار فرمائی، کئی اصحاب رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے سے بڑوں کی امامت وقیادت فرمایا کرتے تھے، بعض اصاغر صحابہ اکابر کو باضابطہ تعلیم دیا کرتے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ: " **كنت أقرء رجالا من المهاجرين منهم عبد الرحمن بن عوف** "میں مہاجرین کی ایک جماعت کو پڑھایا کرتا تھا جن میں سے ایک عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے [صحیح البخاری، کتاب الحدود: 6830، صحیح مسلم: 1691]، اور ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنے سے چھوٹوں جیسے رشدین بن سعد وغیرہ سے حدیثیں سیکھا کرتے تھے، ان سے پوچھا گیا: کب تک پڑھتے رہیں گے؟ انہوں نے کہا: تب تک پڑھتا رہوں گا جب تک اپنی نجات کی ساری باتیں نہ پڑھ لوں [الجامع لاخلاق الراوی، رقم 1667، 220/2]۔

درازئ عمر طلب علم کیلئے مانع نہیں ہے: علم جیسی انمول شیء کے لیے ہر ایک شخص کو کوشاں ہونا چاہئے، کبرسنی کو حارج نہیں سمجھا جانا چاہئے، بلکہ بعض سلف کی رائے کے مطابق سماع حدیث کا آغاز تیس سال کے بعد ہی کرنا چاہئے، امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **قال جماعة من العلماء: " يستحب أن يبتدى بسماع الحديث بعد ثلاثين سنة، وعليه أهل الشام "** [تدریب الراوی 414/1]، اسلام لانے والے بیشتر اصحاب رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بڑی عمر کے تھے اور قبول اسلام کے بعد ہی سلسلہ تعلم کا آغاز فرمایا تھا، ان کی درازئ عمر طلب علم کی راہ میں حائل نہیں ہوئی، بلکہ وہ اس عمر میں پڑھ کر بھی دنیا کے معلم ثابت ہوئے اور فہم قرآن وسنت کے لئے مرجع خلائق بنے، امام بخاریؒ نے فرمایا ہے " **وقد تعلم أصحاب النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم في كبر سنهم** " نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کبرسنی میں تعلیم حاصل کی [صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ]، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر 40 سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی، اس کے بعد 13 سال مکہ میں مقیم رہے اور خزائن علوم کا نزول ہوتا رہا، 10 سال مدینہ میں مقیم رہے اور نزول قرآن ہوتا رہا، اس مدت میں وقتا فوقتا جبریل علیہ السلام کے ساتھ مذاکرہ بھی ہوتا رہا، راتوں میں بعض اصحاب کے ساتھ علمی مجالس بھی قائم ہوتی تھیں، اس عمر میں (**رب زدني علما**) کا ورد فرمایا کرتے تھے اور " **اللهم إني أسئلك علما نافعا** " کی صدائیں بلند کیا کرتے تھے، ابن عیینہ رحمہ اللہ کا قول ہے: " **لم يزل صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم في زيادة من العلم حتى توفاه الله عز وجل** " یعنی آخری سانس تک نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم علم میں بھرپور اضافہ کے لئے کوشاں رہے [تفسیر ابن کثیر 319/5]، ان تمام واقعات میں بڑی عمر والوں کے لئے طلب علم کی ترغیب پائی جاتی ہے، اور اس بات کی مکمل تائید بھی کہ پڑھنے کی کوئی مخصوص عمر نہیں ہوتی۔

علمائے سلف کی شہادت: عمرو بن العلاء رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا سن رسیدہ شخص کے لئے طلب علم بہتر ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اگر اس کے لئے زندہ رہنا بہتر ہے تو طلب علم بھی بہتر ہے [العقد الفرید 209/2]، ایک شخص نے ابن مبارک رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ آپ کب تک پڑھتے رہیں گے؟ انہوں نے فرمایا: جب تک موت نہ آجائے [الجامع لاخلاق الراوی 220/2]، سفیان ثوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: " **لانزال نتعلم العلم ماوجدنا من يعلمنا** " یعنی جب تک ہمیں پڑھانے والا ملتا رہے گا ہم پڑھتے رہیں گے [سلسلۃ علو الھمۃ 14/11]، اور ثعلب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم الحربی کو پچاس سالوں تک لغت اور نحو کے درس سے غیر حاضر ہوتے ہوئے نہیں دیکھا [سلسلۃ علو الھمۃ 14/11]، ابو الوفاء ابن عقیل حنبلی رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ میں 80 سال کی عمر میں طلب علم کی جو لذت محسوس کر رہا ہوں اتنی لذت 20 سال کی عمر میں بھی محسوس نہیں کیا [ذیل طبقات الحنابلۃ]، منصور بن مہدی نے مامون رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا مجھ جیسے عمر دراز کے لئے طلب علم بہتر ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! تم طالب علم رہتے ہوئے وفات پاؤ یہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ قانع جہل بن کر جاؤ [الحث علی طلب العلم، ص 76] اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ منصور بن مہدی نے مامون سے پوچھا: **أيحسن بالشيخ أن يتعلم؟** کیا بوڑھے کے لئے تعلیم حاصل کرنا بہتر ہے؟ انہوں نے کہا: اگر جہل اس کے لئے عیب ہے تو تعلیم حاصل کرنا اس کے حق میں بہتر ہے [جامع بیان العلم، رقم 590]، امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: **أطلب العلم الى أن أدخل القبر**، یعنی قبر میں داخل ہونے تک میں طالب علم رہوں گا [شرف اصحاب الحدیث، ص 179]، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ابن الجوزی رحمہ اللہ (ت 597) کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے 80 سال کی عمر میں علی الباقلانی رحمہ اللہ سے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے یوسف کے ساتھ بیٹھ کر قرائت عشرہ سیکھی [سیر اعلام النبلاء 377/21]۔

وہ علماء جنہوں نے کبرسنی میں پڑھنا شروع کیا: اب آیئے ان شخصیات کا کچھ ذکر کرلیا جائے جنہوں نے کبرسنی میں سلسلہ تعلیم کا آغاز کیا اس کے باوجود آسمان علم پر نیر تاباں بن کر نمودار ہوئے اور اپنی تابانی سے عقول واذہان کو منور فرمایا۔

مشہور تابعی صالح بن کیسان رحمہ اللہ (ت 140) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سفر زندگی میں لمبی مسافت طے کرلینے کے بعد 70 سال کی عمر میں طلب علم شروع کیا [تہذیب التہذیب 400/4]، اور سیر اعلام النبلاء میں ہے: ان کی صحابہ کی ایک جماعت سے لقاء ثابت ہے، بعد میں وہ زہری کی شاگردی میں رہے اور ان سے کسب فیض کیا، اس وقت ان کی عمر 90 سال تھی اور جب تعلیم شروع کیا اس وقت 70 سال عمر تھی [سیر اعلام النبلاء 456/5]، اور تابعی جلیل زر بن حبیش رحمہ

اللہ (ت 81) نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا تھا مگر شرف صحابیت حاصل نہیں ہوسکا، انہوں نے 60 سال کی عمر میں طلب علم شروع کیا اور ابن عباس وابی بن کعب وغیرہم رضی اللہ عنہم سے کسب فیض کیا، اسی طرح ابوصالح السمان رحمہ اللہ (ت 101) بھی کبرسنی میں سفر علم کا آغاز کرنے والوں میں سے ہیں، اور یحی بن زکریا بن یحی النیسابوری الاعرج (ت 137) کے متعلق امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: یہ امام کبیر، حافظ، ثقہ، ابوزکریا النیسابوری الاعرج ہیں، پھر آگے لکھتے ہیں: **وکان یطلب الحدیث بمصر علی کبر السن** [سیر اعلام النبلاء 243/14]، امام علی بن حمزہ الکسائی (ت 182) کے بارے میں امام ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ یہ شیخ القراء والنحاۃ ہیں، انہوں نے اپنے لئے خاص قرائت کو اختیار کیا جو "قراءت سبعہ" میں شمار ہوئی، کبرسنی میں نحو کی تعلیم حاصل کیا، انہوں نے مشہور لغوی خلیل بن احمد سے دریافت کیا کہ آپ نے علم کہاں سے حاصل کیا؟ انہوں نے کہا کہ حجاز، نجد اور تہامہ کی وادیوں سے، یہ سنتے ہی وہ حجاز کے لئے نکل پڑے اور ایک مدت تک غائب رہے، جب واپس آئے اس وقت تک وہ 15 ٹین روشنائی عربوں کے کلام، امثال اور شواہد لکھنے میں صرف کر چکے تھے، جو یاد کیا تھا وہ الگ۔۔۔۔[تاریخ الاسلام 927/4 بتصرف]، شیخ ابواحمد عیسی بن موسی غنجار (ت 186) کے متعلق ذہبی فرماتے ہیں: وہ محدث بخاری تھے، حاکم کا قول ہے: وہ امام زمانہ تھے، کبرسنی میں طلب حدیث شروع کیا [سیر اعلام النبلاء 487/8]، اسی طرح فضیل بن موسی بن عیاض رحمہ اللہ (ت 187) کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں: فضیل بن عیاض ڈاکو تھے اور لوٹ مار کیا کرتے تھے، ایک دن کہیں پر گھر کی دیوار پھلانگ رہے تھے کہ ان کی سماعت سے اس آیت کی تلاوت ٹکرائی (**ألم يأن للذين آمنوا أن تخشع قلوبهم لذكر الله...**) [الحدید:] (کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے نرم ہوجائیں) جب اس آیت کو سنا تو کہا کہ کیوں نہیں میرے رب! وہ وقت آگیا ہے، پھر وہ وہاں سے لوٹے اور رات ایک مسافر خانہ میں گزاری جس میں چند مسافر ٹھہرے ہوئے تھے، ان میں سے بعض نے کہا کہ اب ہم لوگوں کو چلنا چاہئے اور بعض نے کہا کہ صبح تک یہیں قیام کرنا چاہئے، راستے میں فضیل ڈاکو ہوگا جو ہمارا سب کچھ لوٹ لے گا، فضیل کہتے ہیں کہ میں سوچنے لگا کہ رات بھر معاصی میں غرق رہتا ہوں، میرے بعض مسلمان بھائی یہاں بھی مجھ سے ڈر رہے ہیں، اللہ تعالی نے مجھے یہاں ان کے پاس اسی لئے بھیجا ہے تاکہ میں ڈکیتی سے باز آجاؤں، اے اللہ میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں [سیر اعلام النبلاء 423/8]۔

اصبغ بن فرج بن سعید المالکی (ت 225) کی شان میں امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: شیخ، امام کبیر، دیار مصر کے مفتی وعالم ابوعبداللہ اموی مالکی مصری 150 کے بعد پیدا ہوئے پختہ جوان ہونے کے بعد طلب علم شروع کیا اسی لئے مالک ولیث سے نہیں مل سکے [سیر اعلام النبلاء 656/10]، اور حارث بن مسکین رحمہ اللہ (ت 250) مصر کے قاضی قضاۃ تھے، امام ذہبی فرماتے ہیں: " **وانما طلب العلم على الكبر** " [سیر اعلام النبلاء 54/12]، اور ابوبکر احمد بن عبداللہ المروزی القفال (ت 417) کے متعلق امام سبکی شافعی فرماتے ہیں: امام جلیل ابوبکر القفال آغاز عمر میں قفل ساز تھے اور قفل سازی میں زبردست مہارت رکھتے تھے، جب 30 سال کی عمر کو پہنچے تو اپنے اندر غیر معمولی ذہانت محسوس کیا چنانچہ فقہ کی طرف متوجہ ہوگئے اور شیخ ابوزید وغیرہ سے کسب فیض کیا حتی کہ فقہ میں لائق اقتدا امام بن گئے، بہت سے اہل خراسان نے آپ سے فقہ حاصل کیا، انہوں نے حدیثوں کی سماعت اور روایت کیا اور املا کرایا [طبقات الشافعیۃ للسبکی 54/5]، اور علامہ صفدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " **وكان القفال رحمه الله قد ابتدأ التعلم على كبر السن بعد ما أفنى شبيبته في صناعة الاقفال وكان ماهرا فيها** " یعنی قفال رحمہ اللہ نے پوری جوانی کو قفل سازی میں صرف کردینے کے بعد کبرسنی میں سفر علم کا آغاز کیا۔ وہ قفل سازی میں ماہر تھے [الوافی بالوفیات، 27/17]، اور مشہور مورخ ابن عساکر نے سلیم الرازی (ت 447) کے بارے میں لکھا ہے انہوں نے بھی کبرسنی میں یعنی 40 سال کی عمر میں سفر علم کا آغاز کیا تھا [تبیین کذب المفتر ی، ص 282]، اور عز بن عبدالسلام رحمہ اللہ (ت 660) بھی کبرسنی میں طلب علم کی طرف متوجہ ہونے والوں میں سے ہیں [طبقات الشافعیۃ 212/8]، احمد بن ابراہیم بن حسن القنائی کے سلسلے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ وہ بہت بڑے ہونے تک بکریاں چراتے تھے، پھر وہ قریبا تیس سال کی عمر میں حصول فقہ کی طرف مائل ہوئے، نحو وغیرہ بھی پڑھا حتی کہ ماہر فن ہوگئے [الدرر الکامنہ، 95/1] شیخ الاسلام زکریا الانصاری رحمہ اللہ (ت 926) نے 26 سال کی عمر میں طلب علم شروع کیا تھا، اسی طرح خارجہ بن مصعب بن خارجہ ضبعی سرخسی عالم اہل خراسان نے بھی بڑی عمر میں سفر علم شروع کیا تھا [الوافی بالوفیات، 342/4]، شیخ خالد بن عبداللہ الازہری الوقاد (ت 905) جامعہ ازہر کے اندر چراغوں میں تیل ڈالنے اور ان کو جلانے پر مامور تھے اسی لئے ان کو وقاد (چراغ روشن کرنے والا) کہا جاتا ہے، ایک دن مسجد کے اندر تھوڑا تیل گر گیا اور فتیلے کے ذریعے ایک طالب علم کی کاپی جل گئی جس کی بنا پر اس نے چیختے ہوئے بولا کہ اے جاہل تمہیں ہوش نہیں ہے؟ اس کے بعد انہوں نے 36 سال کی عمر میں طلب علم شروع کیا اور ایک نامور ازہری عالم اور مشہور زمانہ نحوی بن گئے اور ابن الحاجب نحوی جیسے تلامذہ پیدا کئے اور فن نحو میں کئی کتابیں لکھ ڈالیں۔ اللہ تعالی ان سبھوں پر اپنی رحمتوں کا فیضان کرے اور ہمیں ان کے دسترخوان علم ومعرفت کا خوشہ چیں بنائے۔

☆☆☆

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

عن أبي الدرداء قال: سَمِعتُ رسولَ اللّٰه ﷺ يقول: مَا مِن ثَلاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلاَ بَدْوٍ لا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلاةُ إِلَّا قد اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكُمْ بِالجَمَاعَةِ، فَإِنَّمَا يأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الغنمِ القَاصِيَةَ رواه أبو داود والنسائي واللفظ لهما، واحمد باختلاف يسير .

صحابی رسول ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا ''کسی بھی گاؤں یا بستی میں تین فرد بھی ہوں اور ان میں نماز باجماعت قائم نہ ہو تو شیطان ان پر مسلط ہو جاتا ہے۔لہذا تم جماعت کو لازم پکڑو۔کیوں کہ بھیڑیا ہمیشہ اکیلی رہنے والی بکری کو ہی کھاتا ہے۔''

معلوم یہ ہوا کہ تین آدمی ہوں تب بھی جماعت بنالینا ضروری ہے۔ایک آدمی بھی پیچھے رہ گیا تو وہ گنہگار اور شیطان کا شکار ہے۔ایسا شکار نہیں کہ گولیوں کا نشانہ بن جائے اور بس بلکہ اس کے افکار و خیالات، اس کے اعمال و کردار اور تصرفات سب شیطان کے تابع ہو جاتے ہیں اور وہ گھر سے لے کر دنیا جہان تک اس منفی اور شیطانی خیالات، وسوسے اور یلغار کا شکار ہو جاتا ہے۔ جماعت سے اس کی ادنیٰ علیحدگی اور دوری اسے ہر جگہ بیکار کر دیتی اور یکہ وتنہا چھوڑ دیتی ہے۔جماعت عبودیت خالصہ اور عبادت محضہ کے سوا کچھ نہیں۔ یہاں کسی کا کچھ بھی مطالبہ نہیں ہوتا کہ وہ اس کی متابعت کرے، اس کے خیالات، مشوروں، احکام، ڈکٹیٹری اور منمانی کاموں کی تائید کرے۔وہ عبادات محضہ اور عبودیت خالصہ کے جذبے سے ہی مسجد آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اس کی خوشنودی کے لیے گویا ساری دنیا سے کٹ کر **حنیفا مسلما** کی عملی تصویر بن جاتا ہے اور ہر طرح کے شرک اصغر و اکبر سے مجتنب اور تابع فرمان۔ اس میں اس کو رخصت و اختیار نہیں کہ وہ جماعت قائم کرنے میں رکن رکین کا کردار ادا کرے اور لابدی طور پر اس کا سرگرم رکن اور فرد بنے، تا آنکہ جماعت قائم ہو جائے۔اور اس عمل سے اس کے یقین کو پختہ کر دیا جاتا ہے کہ امام کی متابعت فرض ہے، خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی ہے اور اسی کے حکم کے مطابق اور اس کے لیے زبان ہلانی ہے۔''التحیات للہ'' کے بموجب اسی کے حکم کی تعمیل میں اور اسی کے لیے نماز میں سارے حرکات وسکنات اور ہیئات و کیفیات انجام دینے ہیں، اور اسی کے فرمان کے مطابق اور اسی کی خالص رضا اور خوشنودی کے لیے اپنے سارے تصرفات اور اعمال بجالانے ہیں۔''والصلوات'' کی روشنی میں اسی اللہ کے امر کا مامور بن کر رہنا ہے اور جانوں کا نذرانہ جس طرح قول وقرار اور زبان کے ذریعہ پیش کر رہے تھے، ہر جگہ اسی طرح اس زبان سے پیش کرتے رہنا، رطب اللسان رہنا اور ذکر وفکر آخرت میں لگے رہنا ہے۔ مالی عبادات کو بھی اسی کے تابع فرمان رہنا ہے۔''والطیبات'' میں اسی کی تاکید ہے۔ جو ہر نماز میں بندہ اپنے رب سے اقرار کرتا ہے۔خصوصا نماز کو قائم کرنے کے لیے اپنے آپ کو اتنا تابع فرمان کر لینا ہے کہ امام کی مکمل پیروی کرنی ہے۔ان سے سیکھنا ہے، اور دنیا جہاں اور دین وایمان کے معاملے میں بلا قائد و امیر اور رہنما ایک منٹ بھی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ زندگی گذارے۔جس طرح مسجد میں اور وہ بھی صلوۃ جیسی عظیم عبادت میں امام کے پیچھے رہنا اور اس کی مکمل تابعداری کرنی ہے اسی طرح اس کی عزت وتوقیر اور پیروی بھی اتنی ہی زیادہ کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا دل، اسی کے دربار میں لگا ہوا دل اور اسی کے سامنے جھکا ہوا سر امام کے ادنیٰ اشارے پر چھوڑ دینا ہے۔ حالانکہ ابھی قرآن کی تلاوت وسماعت سے قلب دماغ کو مسحور کرنے کا وقت آیا ہے اور محویت، فدائیت اور لذت عبادات اپنا تمام تر تازگیوں اور طراوتوں کے ساتھ جسم وروح پر طاری ہونے لگی ہے کہ امام صاحب نے سجدہ سے سر اٹھالیا اور ابھی مناجات حقیقی اور قرب الٰہی کے مطلوبہ عظیم لذات سے سرشار ہی ہو رہے تھے اور اس اندیشے سے کہ ایسی آشنائی اور نزدیکی پھر رہے نہ رہے، جس کے لیے ہی تو اس کے دربار میں ''حی علی الصلوۃ'' کی نداء پر اور ''حی علی الفلاح'' کی صدا پر لبیک کہا تھا، اس میں مشغول اور مسجود ومستغرق تھے کہ امام کی طرف سے اشارہ مل گیا اور اس کی آواز کانوں سے ٹکرائی اور ایسی محویت، مسحوریت اور عبودیت سے جدا کون ہوتا ہے؟ اس میں دنیا کی ادنیٰ آمیزش نہیں، نہ من کا، نہ مزاج کا، نہ کنبہ کا، نہ علاقائیت کا، نہ حسد کا، نہ تکبر کا، نہ تعصب کا اور نہ ہی کسی طرح کی انانیت اور عزت نفس کا بلکہ سب کچھ رب العالمین پر نچھاور کیا جا چکا ہے، چنانچہ امام کا اشارہ ملتے ہی اس لذت آشنائی کو چھوڑ کر دوسری طرف ذہن ودماغ کو منتقل کرنا، پھر اس کی دوسری آواز پر کان دھرنا اور اس کا مامور ہی نہیں مقتدی بننا ہی عین عبادت ٹھہرا اور جماعت قائم کرنے اور اس کا ممبر بننا ایمان کا لازمہ اور شیطان سے عداوت قرار پایا۔اس کی انتہائی توجہ ساری خواہشات اور عیش وآرام کو تج دینے، جماعت میں مل جانے، اس کا ایک اولین حصہ بلکہ ''السابقون الاولون'' بننے اور کم از کم تکبیر تحریمہ چھوٹنے نہ پائے پر مرکوز ہوتی ہے کہ بدقسمتی سے پہلے حاضر نہ ہو سکے، کسی وجہ اور خالص شرعی عذر کے سبب ایسا نہ ہو سکا کہ اولین اور مبکرین میں جگہ پا سکے، پہلے سے ہی جماعت کی تشکیل اور تکوین کے لیے دامے درمے سخنے گفتنے قدمے حصہ نہ لے

سکے تو جماعت کھڑی ہونے کے ساتھ تکبیر تحریمہ اور امام وقائد کے پہلے جملے پر ہی لبیک کہے اور متابعت کرتے ہوئے اللہ اکبر کہہ کر اس کا ایک حصہ ضرور بن جائے اور اگر کسی عذر ومجبوری کی وجہ سے یہ بھی نہ ہو سکے تو جماعت کھڑی ہونے اور جماعت بن جانے کے بعد ہی پوری حرص ولالچ اور انتہائی خواہش اور طلب کے ساتھ اس جماعت کا سرگرم اور فعال رکن اور حصہ ضرور بن جائے۔ اور اس کی کیفیت اور جذباتیت ویسی ہو جو پیچھے رہ جانے والے صحابہ کرام کی تھی جو مسجد میں داخل ہوتے ہی جماعت کے پیچھے سے ہی نماز میں داخل ہونے کا کردار ادا کرنے لگے، وفور شوق کا یہ انداز گرچہ ڈسپلن، طریقہ کار، وقار، نظم جماعت اور اس کی اجتماعی شکل وصورت اور ہیئت کذائی سے میل نہیں کھاتا اور دور سے ہی جماعت کا حصہ بننے کی کوشش جس طرح جماعت سے نہ جڑنے کے پاداش میں بھیڑیا کھا جانے، شیطان کے قبضہ جمالینے اور ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنالینے کی وجہ سے مقبول بارگاہ الٰہی اور طریقہ جماعت مصطفوی کے منافی ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی نگاہ میں یہ جذبہ ہر طرح سے لائق قدر ہے۔ بلکہ آپ نے فرمایا کہ اس جذبے میں مزید اضافہ وزیادتی اور فراوانی ہونی چاہئے۔ اللہ کرے ذوق وشوق اور زیادہ۔ مگر ایسی حرکت دوبارہ سرزد نہیں ہونی چاہئے، مبادا جماعت کا دلدادہ ومحبّ ہونے کے باوجود کٹا ہوا اور الگ ہونے کے پاداش میں اس کی جماعت، اجتماعیت اور صف بندی میں اور اس کے بنیان مرصوص ہونے میں فرق پڑ جائے اور صف میں مل جل کر ایک امام کے پیچھے مہذب، منظّم، مرتب اور مرصوص شکل میں ہونے کے باوجود ادنیٰ خلل ہونے کی وجہ سے دلوں میں دراڑ پڑ جائے۔ اس لیے جماعت میں ملنے کا شوق وذوق، جدوجہد، حرص شدید اور جذبہ ومحبت تو اس سے بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ دعائے نبوی بھی مل رہی ہے اور اس کی ایسی شکل جس سے اجتماعیت وجمعیت سے ادنیٰ دوری ہو تو ہزار اخلاص اور اس کے مظاہرے کے باوجود دور دور سے سپورٹ، اخلاص اور شمولیت قبول نہیں۔ اب بتائیے کہ اگر کوئی جماعت ہی قائم کرنے نہ آئے، جماعت کے قائم ہونے کے بعد نہ آکر ملے، تھوڑی دیر ہی سہی اس کا حصہ نہ بنے تو اس کا کیا حال ہوگا۔ اس کی ایک کجروی اور کاہلی جماعت ہی قائم نہیں ہونے دے گی، یا قائم شدہ مضبوط جماعت کو عیب دار کردے گی اور وہ خود برباد ہو جائے، اسے کوئی نہ کوئی اچک لے جائے گا اور بہکا پھسلا اور شکار کرلے جائے گا۔ آپ ذرا غور کریں اگر وہ ایسی جماعت کا حصہ ہی نہ بنے بلکہ اس میں پہلے سے کمزوری، بے اثری، بے فیض، غیر فعال، بے حال وبدحال اور دیگر اتہامات لگاتے ہوئے کہہ دے کہ دوتین جاہل ہیں جو مسجد میں آتے ہیں، امام اندھوں میں کانواں ہے، مسجد تک قاعدے کی نہیں، امام چند ٹکوں کا ہے، پاور فل نہیں ہے، بے حیثیت ہے، یا یوں ہے، یوں نہیں ہے۔ نیز جماعت سے الگ بھی رہ جائے، بلکہ یہ مشن بنالے کہ وہ جماعت وجمعیت اور ملت کو نشانہ بناتا رہے، غلطیاں اور کیڑے نکالتا رہے، تو پھر اس کی اور خود جماعت کی کیا چھوی بنے گی اور اس کا کیا انجام ہوگا؟ اسے بد عقیدگی کھا جائے گی۔ سب سے برا فرقہ خوارج بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر اس کی ادنی خو بو بھی پیدا ہو جائے تو ایک چھوٹی سی جمعیت وجماعت کیا، پورے عالم کے مسلمان، خواہ سیریا کے ہوں یا عراق کے اور یمن کے ہوں یا لیبیا کے، ان کی کچھ بھی حیثیت نہیں رہ جائے گی۔

میرے عزیز و اور دینی وایمانی بھائیو!

معاملہ اسی پر ختم نہیں ہوتا ہے۔ تمہاری اجتماعیت اور جماعت کی اہمیت کا عالم اور ساتھ مل کر رہنے کا معاملہ ایسا ہے کہ امام نماز میں کھلم کھلا غلطی کر رہا ہے، پھر بھی یہی نہیں کہ اس میں اس کی متابعت کرنی ہے، بلکہ اس کی غلطی پر عذر تلاشتے ہوئے اور اسے پہلے ہی معذور گردانتے ہوئے، سبحان اللہ کہتے ہوئے کہ بھول چوک اور غلطی سے مبرا ذات صرف اللہ کی ہے، اس کی پیروی کرنی ہے۔ وہ صریح طریقہ نماز نبوی کی مخالفت کر رہا ہے، پھر بھی۔ نماز کا طریقہ وترتیب اور تنظیم جسے اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کے ذریعہ آپ ﷺ کو سکھایا جو سب سے زیادہ سمجھنے والے اور بیان کرنے والے تھے اور صحابہ کرامؓ جو آپ کی باتوں پر عمل کرنے اور ہو بہو بجالانے والے تھے، ان کا تو بس سن لینا کافی ہوتا تھا امتثال اوامر کے لیے اور اطاعت رسول کے لیے، ان کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔ وصلو کما رایتمونی اصلی۔ وہ صحابہ تو اس سے ذرہ برابر سرتابی کی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس نماز میں امام کبھی پورا تشہد پڑھے بغیر ہی اٹھ جاتا ہے، کبھی ایک رکعت ہی چھوڑ دیتا ہے، کبھی جس نماز میں ایک حرف زیادہ کرنا حرام ہو اس میں پوری رکعت اور اس کی ساری ہیئات وحرکات، قرأت وتسبیحات اور تکبیرات وغیرہ کا اضافہ کردیتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی جب کہ اس کی صریح غلطی ہو، پھر بھی جماعت سے نکلنا حرام ہے۔ اگر یہ گستاخی، بے ادبی اور مخالفت بغاوت کی وجہ سے ہے تو ایسا شخص دین وایمان کا باغی قرار دیا جائے گا۔ بلکہ حد تو یہ ہے کہ اس پر امام کی تابعداری اور پیروی یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی سبحان اللہ کہتے ہوئے کرنی واجب ہے۔ اس قضیہ صلوۃ اور حالت خاص سے فراغت کے بعد بھی پوری سنجیدگی، شائستگی اور ادب سے امام سے عرض کرنا ہے کہ ایسا تو نہیں کہ نماز کی رکعتوں میں کمی کردی گئی ہے۔ خدانخواستہ بھول چوک تو نہیں ہوگئی؟ پھر بھی بڑے وثوق اور یقین سے امام صاف صاف فرماتے ہیں کہ اس میں سے کچھ بھی نہیں واقع ہوا۔ ایسی صورت میں کافی دریافت، تفتیش اور تحقیق سے کام لیا جائے گا۔ جیسا آپ ﷺ نے ایسی صورت حال میں تحقیق فرمائی اور گواہی لی کہ ”اصدق ذوالیدین“ کیا ذوالیدین (خرباق) صحیح کہہ رہا ہے کہ نماز میں بھول چوک ہوگئی ہے؟ جب لوگوں نے گواہی دے دی کہ ہاں خرباق صحیح کہہ رہے ہیں تو آپ نے یہ نہیں فرمایا اور نہ لوگوں نے یہ محسوس ومطالبہ کیا کہ غلطی جب فلاں کی وجہ سے ہوئی ہے اور امام صاحب ہی اس کے ذمہ دار ہیں، تو ہم سب اس کا کفارہ کیوں ادا کریں؟ نہیں، بلکہ امام صاحب کے

ساتھ سارے مقتدی اس کمی و زیادتی کا کفارہ ادا کریں گے۔ اس صورت میں بھی جماعت میں اختلاف وانتشار نہ ہوگا کہ فلاں نے تو ٹوکا بھی تھا، لیکن بات نہیں مانی گئی۔ بلکہ وہ سب مل کر اس کی بھرپائی اور کفارہ کی کوشش کریں۔ گویا جہاں جماعت و جمعیت اور اجتماعیت کا مسئلہ ہو وہاں ہر نرم گرم، خطا وصواب اور ذہول ونسیان کی حالت میں سب اکٹھے تدارک وتلافی کی کوشش کریں گے اور اجتماعیت و جماعت کو ٹوٹنے نہ دیں گے۔

جیسا کہ ہمیں نماز جیسی خالص بندگی اور عبادت محضہ کے اندر سبق ملتا ہے۔ گویا اللہ جل شانہ کو ہر عمل میں مسلمانوں اور انسانوں کی اجتماعیت اور اتفاق واتحاد سب سے زیادہ محبوب ہے۔

اسی لیے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ودیگر اعلام امت بہت زور دے کر فرمایا کرتے تھے کہ ''لا دین الا بالجماعة ، ولا جماعة الا بالامارة، ولا امارة الا بالطاعة'' ۔ دین بلا جماعت کے قائم نہیں رہ سکتا ہے اور جماعت بلا امارت کے قائم نہیں رہ سکتی اور امارت کا وجود بے معنی ہے اگر سمع وطاعت نہ ہو اور امیر کی بات نہ مانی جائے۔

مذکورۃ الصدر حدیث میں تو قریہ وگاؤں اور صحرا کی بات ہے کہ تین آدمی ہوں تو وہاں جماعت بن جانی چاہئے۔ مگر اسلام میں اس سے بڑھ کر تاکید ہے کہ حتی کہ سفر بھی بلا امیر کے شیطانی عمل قرار پاتا ہے۔ حکم ہے کہ جب تین آدمی سفر کریں تو ان میں سے اپنا امیر ضرور متعین کرلیں۔ بلکہ بلا امیر کے سفر کرنا شیطان کو اپنے اوپر مسلط کرنا ہے اور ایسے سفر کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے'' الراكب شيطان ، والركبان شيطا نان، والثلاثة ركب''(ابوداؤد)

اکیلا اور دو آدمیوں کا سفر شیطانی اور تین آدمیوں کا ایک ساتھ سفر کرنا ہی اصل سفر ہے۔ اس حدیث کی شرح میں جو کچھ علماء فرماتے ہیں اور جو کچھ اس کی توجیہہ و توضیح کرتے ہیں۔ ان کے بھی معانی ومطالب سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ آدمی جس قدر بھی مختصر سفر کرے، وہ خدشات وحادثات انسانی وشیطانی سے محفوظ نہیں ہے۔ گویا سفر میں بھی اجتماعیت و جماعت مطلوب ہے۔ پھر بھلا ایسے دین کے ماننے والوں کا جماعت وجمعیت اور اقوام وملت سے محض منمانی طور پر اور بزعم خویش تقویٰ وطہارت، جھگڑا فساد، یکسوئیت اور دیگر وسوسوں اور محرکات کی بنیاد پر الگ تھلگ اور کٹ کر رہنا کس قدر شیطانی عمل ہوگا؟ اس لیے انفرادی زندگی گذارنا کسی بھی طرح درست نہیں۔ مل کر جماعت کے ساتھ اور کسی کو اگوا اور امیر بنا کر رہیے، ہر وقت سمع وطاعت اور ماننے کے جذبے اور نیک نیتی کے ساتھ رہیے، نرم وگرم ہر حال میں اجتماعیت اور اطاعت کو لازم پکڑیئے، معصیت سے بچئے۔ معروف کے کاموں میں امیر کے حکم و مشورے پر بڑھ چڑھ کر چلیے۔ علیحدگی و نافرمانی ومنمانی کی سوچئے تک نہیں، ورنہ ایمان وجان اور دنیا وآخرت کے سکون اور دیگر دنیوی واخروی زندگی کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے محروم ہوجائیں گے اور بسا اوقات آپ کی قوت وفراست اور علم وہنر کے باوجود وقت اور حالات کے بھیڑیئے آپ کی تنہائی کا فائدہ اٹھا کر آپ کی جان وایمان سب لے لیں گے۔ اس کے لیے مختلف چوراہوں، نکڑوں اور جگہوں پر ایمان وجان کے بہتر سے خوشنما نعروں اور فارمولوں کے ساتھ آپ کو اپنی جماعت خود ساختہ میں داخل کرکے آپ کو صراط مستقیم سے برگشتہ کرنے میں زیادہ طاق اور چاک وچوبند نظر آئیں گے اور آپ تر نوالہ بن جائیں گے۔

آج دنیا میں اکثر بگاڑ وفساد کی وجہ یا تو تفرقہ واختلاف، نفاق وشقاق اور منمانی ہے، یا عدم تابعداری ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی جماعتیں اس لیے بکھر گئیں کہ وہ صحیح معنوں میں جماعت بن ہی نہیں سکیں۔ انہوں نے اپنا نہ امیر بنایا، نہ قائد ورہنما چنا اور نہ ہی اپنے قائدین اور حکام وامراء کی بالا دستی اور حکم کو قبول کیا اور نہ سمع وطاعت اور سننے اور عمل کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔ اس لیے ناکام اور پسپا ہوتے رہے۔ بے وزن اور بے اثر ثابت ہوئے۔ بلکہ نیست ونابود ہوگئے۔ سخت نقصان اٹھایا اور جیتی ہوئی جنگ ہار گئے۔ انبوہ عظیم پر تھوڑی سی اور کمزور سی جماعت حاوی اور غالب ہوگئی۔ اس کا کوئی گلہ بانی کرنے والا نہ رہ گیا۔ غزوہ احد میں سید الاولین والآخرین اور امام الانبیاءؑ کے رہتے ہوئے بھی سخت نقصان اٹھانا بڑا۔ جب مسلمانوں امارت تسلیم کرنے کے باوجود تاویل سے ہی سہی، امیر کی نافرمانی، حدیث پر عمل نہ کرنے اور سمع وطاعت نہ بجالانے س کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ ہار گئے اور صحابہ کرام کی بڑی تعداد شہید ہوگئی۔ حتی کہ اسد اللہ الغالب اور سید الشہداء بھی مار دیئے گئے۔ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی شدید زخمی ہوئے۔ دندان مبارک ٹوٹ گئے۔ بہت سے شیروں کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں ایسا ہوا کہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ اندلس جو اپنی تعمیر وترقی، علوم وسائنس، ہندسہ وریاضیات، نفسیات، معاشیات و اقتصادیات، فقہ وفلسفہ اور سیاست وقیادت میں ساری دنیا میں فائق وفائز تھا ایسی پسماندگی اور ہزیمت خوردگی کا شکار ہوا کہ شاعر کو کہنا پڑا:

بمثل هذا يذوب القلب من كمد
ان كان في القلب اسلام وايمان

حالانکہ اقوام عالم میں ایسی ہمہ جہات قوت وسطوت، علم وحکمت اور دین ودنیا میں رفعت وعظمت والی کوئی اور قوم نہیں دیکھی گئی۔ بہت سے میدانوں سمیت تمدن و ثقافت اور علم وادب میں ان کا کوئی مثیل ونظیر نہیں نظر آتا۔ طوائف الملوکی، نا اتفاقی، ناعاقبت اندیشی، نفاق اور آپسی شقاق واختلاف اور سب سے بڑی بات سمع وطاعت کے فقدان کی وجہ سے دنیا کی سب سے شاندار عظمت نشان قوم صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔ کسی کا کوئی پرسان حال نہ رہا۔ کئی طرف سے بیساکھیوں اور کمک پہنچانے والے بھی اس ڈھہتی ہوئی دیوار اور گرتی ہوئی چھت کو سہارا نہ دے سکے۔ حالانکہ اس کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بج رہا تھا۔ اور آج جو انسان عظمت رفتہ کی بازیافت اور اپنی بقا کی

بھیک مانگ رہا ہے،علم وسائنس،ٹیکنالوجی وغیرہ وغیرہ کی رٹ لگا رہا ہے اور اسی کو اپنا مسیحا بنا رہا ہے، وہ سب اندلس اور اسپین میں اعلیٰ درجے کے رہتے ہوئے ذلت وپستی ہی ان کا مقدر بنی۔ان سب کی وجہ ایمان وقرآن کی رسی کو چھوڑنے،طوائف الملو کی اختیار کرنے اور سمع وطاعت اور امارت کو ختم کرنے کی وجہ سے ہوا۔آج بھی انسان بطور خاص علوم وسیاست کی دہائی دے رہا ہے اور ایمان سے منہ موڑ رہا ہے۔حالانکہ اندلس کا صرف قرطبہ شہر اتنا قوی اور فائق تھا کہ جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔سنو اور سر دھنو!

باربع فاقت الامصار قرطبة
منهن قنطرة الوادی وجامعها
هاتان ثنتان والحمراء ثالثة
والعلم اکبر شیء وهو رابعها

وطن عزیز ہندوستان بھی سونے کی چڑیا بننے اور اس کے قلعوں اور فصیلوں کے بلند وقوی ہونے کے باوجود جب اجتماعیت ختم ہوگئی،سمع وطاعت اور امارت نہ رہی تو اغیار واستعمار کے ہاتھوں لاچار ومجبور اور مقہور بن کر رہ گیا۔

دور کیوں جاتے ہو۔تحریک شہیدین ہندوستان کی اولین تحریک آزادی فکر اور جدوجہد برائے استخلاص وطن عزیز میں نافرمان ومنمانی،غداری کرنے اور سمع وطاعت سے نکلنے کی وجہ سے اللہ والوں کی جماعت کئی مرتبہ ناقابل تلافی نقصانات سے دوچار ہوئی۔یہ عجیب اتفاق ہے کہ دنیا میں باطل افکار ونظریات کے مالک اور ظالم وجابر لوگ ظلم وجبر اور بری باتوں کو انجام دینے پر متحد ہوجاتے ہیں۔مگر اہل حق حق کے نام پر مٹ جاتے اور نیست نابود ہوجاتے ہیں۔ہمارے ملک کا حال بھی کچھ اسی طرح کا بنتا جارہا ہے۔جو اچھے کام ہیں ان پر اتفاق واتحاد عنقا ہوتا جارہا ہے اور باطل وظلم کے متحد ومتفق ہونے کا نظارہ نظر آرہا ہے۔

جماعت حقہ طائفہ منصورہ کا حال تو اور دیگر گوں ہے۔جو جتنا زیادہ اس کی دہائی دے رہا ہے اور جس قدر زیادہ اجتماعیت اور حق پر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اتنا ہی اور اسی قدر رہی سہی اجتماعیت کو انا،ایگو اور ہم چنیں دیگرے نیست،انا ولا غیری کی وجہ سے ادنیٰ اجتماعیت اور جماعت وجمعیت کو برداشت کرنے کو تیار نہیں۔کسی بھی طرح سے خروج وبغاوت اور انارکی وبے راہ روی سے باز نہیں آرہے ہیں۔اور شکوہ ہے کہ جمعیت اور جماعت کمزور ہے۔

آہ!!!اس عقل ودانش،فقہ وفراست،خروج وبغاوت،بیجا وخود ساختہ اصولوں اور بے بنیاد منہج وطریقہ نے جماعت کو بار بار اور جمعیت کو ہزار بار ضعف واضمحلال کا شکار کیا ہے۔اسی تعمیر وتنقید اور تصحیح وتخاذل کے بارے میں کہا گیا ہے۔

متی یبلغ البنیان یوما تمامه
اذا کنت تبنیه وغیرک یهدم؟

حالانکہ قرآن وسنت کے نصوص اور سلف کے اقوال اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ معروف (نیکی اور شرعی امور) میں ولی الامر خواہ حاکم وعالم ہو یا غیر اسلامی ممالک میں سربراہان دینی تنظیمات،ان کی اطاعت واجب ہے،کیونکہ یہ دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ساتھ ہی وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خالق کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کی جاتی،اور یہ کہ حاکم کے خلاف خروج (بغاوت) اور دینی تنظیموں کی بلاوجہ مخالفت فتنہ ہے۔سلف میں امام شافعی،امام احمد بن حنبل،ابن تیمیہ اور ابن رجب جیسے ائمہ نے غیر معصیتِ الٰہی میں سمع وطاعت پر سخت زور دیا ہے،نیز ان کے لیے اصلاح وبھلائی کی دعا کرنے پر بھی،کیونکہ ان کی صلاح وبھلائی پوری امت کی صلاح وبھلائی ہے۔اور یہ بھی کہ ان پر خروج یا جماعت سے الگ ہونا جائز نہیں۔اگر وہ کسی معصیت کا حکم دیں تو اس میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی،لیکن ان کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی جائے گی اور نہ ہی نئی جماعت قائم کی جائے گی،بلکہ آدمی اللہ کی طرف رجوع کرے گا اور صبر کرے گا۔

چنانچہ امام اہل السنہ احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ''اماموں اور امیروں — خواہ نیک ہوں یا فاسق — کی بات سننا اور ماننا لازم ہے۔''

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ''اولی الامر کی سمع وطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ نماز قائم رکھتے ہوں،اور ان کے خلاف تلوار کے ساتھ خروج جائز نہیں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ''ولاۃِ امور کی اطاعت اللہ کے حکم کے مطابق واجب ہے۔چنانچہ جو شخص ان کی اطاعت اللہ کے لیے کرے اس کے لیے اجر ہے،اور جو دنیا کے لیے کرے اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔''

حافظ ابن رجب حنبلی کا قول ہے کہ''مسلمان حکمرانوں کی سمع وطاعت ہی دنیا کی بھلائی اور مصالح کے انتظام کا ذریعہ ہے،اور اسی سے دین کے ظاہر وغالب ہونے میں مدد ملتی ہے۔اور ان کے لیے خیر وتوفیق کی دعا کرنا ہی ان کی اصل خیر خواہی ہے۔''

قاضی فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ''اگر میری کوئی دعا ایسی ہو جو ضرور قبول ہو تو میں اسے امام کے حق میں کردوں،کیونکہ امام کی صلاح ہی بندوں اور ملک کی صلاح ہے۔''

ہمارے یہاں بھی یہ بات مشہور ومسلم ہے کہ بڑوں کی بات ماننا فرض ہے۔اس پر عمل کرکے پوری انسانیت سرخرو ہوتی بھی ہے۔گھر کے ذمہ دار سے لے کر شہر،ملک وملت بلکہ ساری دنیا تک اسی کی کارفرمائی ہے۔جس گھر اور کنبے میں یہ بھرم قائم نہیں رہتا اس کی حیثیت،عزت،وقار بلکہ اس کا وجود ہی بے معنی،بے وزن اور بیکار ہوکر رہ جاتا ہے۔امام وامیر اور حاکم تو بڑی چیز ہے۔اسی لیے بغیر امیر کے چند ساعات بھی گزارنا اسلام میں روا نہیں ہے۔علمائے اسلام کا کہنا ہے کہ ایک ظالم حکمراں کے ساتھ ستر سال رہنا ایک دن بلا امیر کے رہنے سے بہتر ہے۔فافہم وتدبر!

☆☆☆

نوجوانوں میں نشہ خوری کا بڑھتا رجحان: اسباب وعلاج

مولانا آصف تنویر تیمی

اس وقت نوجوانوں میں نشہ خوری کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ بارہ سے بیس سال کے نوجوان نشہ خوری کے مرض میں بڑی تعداد میں ملوث ہیں۔ جس سے پورا معاشرہ بری طرح متاثر ہے۔ گھر، خاندان، گاؤں، شہر، ریاست اور ملک سب اس کی زد میں ہے۔ نوجوانوں کا رجحان تعلیم، ہنر اور کاروبار سے ہٹتا جا رہا ہے۔ ان کے اندر جرائم اور نکمے پن کا میلان پیدا ہو رہا ہے۔ ہر سماج اور مذہب کے نوجوان نشہ خوری کی لت سے نبرد آزما ہیں۔ لیکن افسوس مسلمان نوجوانوں پر ہے کہ ان کے مذہب میں شراب نوشی اور نشہ خوری کی شدید مذمت اور حرمت کے باوجود نوجوان اس قبیح عمل کے شکار ہیں۔ اگر فوری طور پر نشہ خوری پر قدغن عاید نہ کیا گیا۔ نوجوانوں کی صالح تربیت اور درست سمت میں انہیں پھیرا نہیں گیا تو ہمارا معاشرہ تباہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ہر باشعور والدین، ملی، مذہبی، سیاسی، اور علماء ودعاۃ کی ذمہ داری ہے کہ وہ نشہ خوری کی خطرناکی کو سمجھیں اور یک جٹ ہو کر اس گھناونے جرم سے نوجوانوں کو باہر لانے اور صالح معاشرہ کی تشکیل کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ اس معاملے میں سرد مہری اور کنارہ کشی نقصان دہ ثابت ہوگی۔

دین، عقل، مال، عزت کی حفاظت اسلام کا بنیادی مقصد ہے۔ کسی بھی طور ان چیزوں کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ اسی وجہ سے اسلام میں ہر وہ چیز جس کے اندر ذرہ برابر نشہ یا جسم کے لئے ضرر رساں ہو حرام ہے۔ اس میں دو رائے نہیں کہ نشہ سے دین، عقل، جسم، مال ودولت اور عزت وآبرو کو نقصان پہنچتا ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں۔ ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو''۔ ''شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالی کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو کیا تم باز آنے والے ہو؟'' (المائدہ: ۹۰-۹۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کئی حدیثوں میں شراب نوشی کی مذمت بیان کی ہے، چند حدیثوں کے ترجمے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں: سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔'' (سنن ابوداود، حدیث نمبر: ۳۶۸۱)

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے جس چیز کا بڑا پیالہ نشہ آور ہو تو اس کا ایک چلو بھی حرام ہے۔'' (سنن ابوداود، حدیث نمبر: ۳۶۸۷)

سیدنا ابو مالک اشعریؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے ''(ایک وقت آئے گا کہ) میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے۔'' (سنن ابوداود، حدیث نمبر: ۳۶۸۸)

جناب ابو منصور حارث بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے جناب سفیان ثوریؒ سے سنا جبکہ ان سے بادہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے۔'' امام ابوداودؒ نے فرمایا کہ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ بادہ فاسق لوگوں کا مشروب ہے۔ (سنن ابوداود، حدیث نمبر: ۳۶۸۹)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالی نے شراب، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، انگور نچوڑنے والے، نچڑوانے والے، اس کے اٹھانے والے اور جس کی طرف اٹھائی جا رہی ہو، ان سب پر لعنت کی ہے۔'' (سنن ابوداود، حدیث نمبر: ۳۶۷۴)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے شراب پی اللہ تعالی اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کرے گا، اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا، اگر اس نے دوبارہ شراب پی تو اللہ تعالی اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کرے گا، اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا، اگر اس نے پھر شراب پی تو اللہ تعالی اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کرے گا، اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا، اگر اس نے چوتھی بار بھی شراب پی تو اللہ تعالی اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کرے گا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ بھی قبول نہیں کرے گا اور اس کو نہر خبال سے پلائے گا، پوچھا گیا، ابوعبدالرحمٰن! نہر خبال کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جہنمیوں کے پیپ کی ایک نہر ہے''۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۸۶۲، علامہ البانی نے اس کی تصحیح فرمائی ہے)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔ چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا، شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔ پھر ان سب آدمیوں کے لئے توبہ کا دروازہ بہر حال کھلا ہوا ہے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۸۱۰)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس امت میں خسف، مسخ اور قذف واقع ہوگا'' ایک مسلمان نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ایسا کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''جب ناچنے والیاں اور باجے عام

ہوجائیں گے اور شراب خوب پی جائے گی‘‘۔(سنن ترمذی، حدیث نمبر:۲۲۱۲، علامہ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’شراب پینے والا، بت پوجنے والے کی طرح ہے‘‘۔(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۳۷۵، علامہ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے)

نشہ خور کی چند نمایاں نشانیاں ہیں جن کا تذکرہ ماہرین اطباء کرتے ہیں والدین اور گارجین حضرات کو ان نشانیوں کو ذہن میں رکھنا چاہئے جیسے ان میں سے کوئی اپنے بچوں میں دیکھیں فوراً ہوشیار ہوجائیں اور ان کے تاک میں لگ جائیں اگر واقعی بچے میں نشہ جیسی کوئی چیز نظر آئے تو ان کی اصلاح کی کوشش کریں اور سختی کی بجائے حکمت اور نرمی سے کام لیں۔(۱)عام نوجوانوں سے زیادہ سونا۔(۲)ہمیشہ مضطرب اور پریشان رہنا۔(۳)ہمیشہ تنہائی میں رہنا، عام لوگوں سے دوری اختیار کرنا۔(۴)موبائل فون اور کالز پر ہمیشہ مشغول رہنا اور جیسے کسی کو دیکھنا فون بند کرلینا۔(۵)والدین کے دیئے بغیر اور بلا کسی ذریعہ آمدنی کے پیسہ کا پایا جانا۔(۶)والدین اور گارجین کے جیب سے بیٹا کا ہمیشہ پانچ سو اور ہزار کا نوٹ غایب ہونا۔(۷)جب آپ اپنے بیٹے کی آنکھوں کو دیکھیں تو ہمیشہ سرخ نظر آئے۔(۸)بلا کسی ہنسی کے سبب کے ہنسے اور کھلکھلائے۔

جیسے ان اسباب میں سے کوئی سبب والدین اپنے بچوں میں دیکھیں تو اپنے طریقے سے معلوم کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ بچہ کسی طرح کے نشہ کا عادی تو نہیں ہے یا کسی نشہ خور کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا تو نہیں ہے۔

نشہ کے پھیلنے کے چند اہم اسباب:(۱)دین سے جہالت: نشہ خوری کے پھیلنے کی بنیادی وجہ دین سے جہالت ہے۔دین سے واقف لوگ بہت کم اس بیماری میں ملوث ہوتے ہیں۔بیشتر وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین اور شریعت سے جاہل ہوتے ہیں۔انہیں حلت اور حرمت کا علم نہیں ہوتا۔**(۲)برے دوست:** انسان کی زندگی میں دوست کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔اچھا دوست اپنے دوست کو فائدہ پہنچاتا ہے اور برا دوست اپنے دوست کو نقصان پہنچاتا ہے۔اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برے دوست سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔اس وقت نشہ کی بیماری جس تیزی سے نوجوانوں میں عام ہورہی ہے اس میں برے دوستوں کا اہم کردار ہے۔**(۳)یہ گمان کہ نشہ آدمی کو طاقت بخشتا ہے:** حالانکہ دنیا کے تمام طبیبوں اور عقل مندوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نشہ انسان کے جسم کو کمزور اور کھوکھلا کردیتا ہے۔خصوصاً نشہ سے جنسی صلاحیت کم ہوجاتی ہے۔مرد ازدواجی تعلق کو قائم کرنے کے لائق نہیں رہتا۔**(۴)والدین کی لاپروائی:** اس زمانے میں بیشتر والدین اپنے بچوں کے تئیں لاپروائی برتتے ہیں۔انہیں اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر جیسی توجہ دینی چاہئے ویسی توجہ وہ نہیں دیتے۔دن اور رات کے آخری پہر میں دس سے پندرہ سال کے بچے بلاوجہ ادھر ادھر گھومتے اور بے ہودہ لڑکوں کے ساتھ اپنا وقت گزارتے ہیں مگر والدین کو کوئی فکر نہیں ہوتی۔سوشل میڈیا کے اس زمانے میں تو والدین بچوں کو اپنے گھر سے باہر کرکے راحت محسوس کرتے ہیں تاکہ ان کے بچے ان کی برائیوں کو دیکھ نہ سکیں۔عام طور پر ایسے ہی والدین کے بچے بگڑتے اور والدین کے لئے دردسر بنتے ہیں۔

بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری والدین کے سر ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾’’اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، اس پر ایسے فرشتے متعین ہیں جو سخت دل اور بے رحم ہیں، اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں‘‘۔(التحریم:۶)

ایک اور مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَخُونُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُواْ أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾’’اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو، اور جانتے ہوئے تمہارے پاس موجود امانتوں میں خیانت نہ کرو‘‘۔(الانفال:۲۷)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے’’خبردار! تم میں سے ہر شخص محافظ اور ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔پس امیر، جو لوگوں کا محافظ ہے، اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا۔مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ہے، اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا۔عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر محافظ ہے اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا۔غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے، اس سے اس مال کے متعلق پوچھا جائے گا۔الغرض! تم سب کے سب راعی اور حاکم ہو اور تم سب سے تمہاری رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا‘‘۔(سنن ابو داؤد، حدیث نمبر، ۲۹۲۸، علامہ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)

(۵)گھریلو مشکلات: نوجوانوں کے نشہ کی طرف مائل ہونے کی ایک بڑی وجہ گھریلو اور عائلی مشکلات بھی ہیں۔دیکھا یہ جاتا ہے کہ جس گھر میں میاں بیوی کے تعلقات سازگار نہیں ہوتے۔شب وروز آپس میں الجھتے رہتے ہیں۔اس گھر کے بچے بگڑ جاتے ہیں۔وہ ذہنی بیمار ہوجاتے ہیں۔بالخصوص والدین کے مابین طلاق ہونے پر بچوں کی زندگی بد سے بدتر ہوجاتی ہے۔والدین کی تربیت کا ہاتھ بچوں سے اٹھ جاتا ہے۔دونوں اپنی زندگی میں لگ جاتے ہیں اور بچے لاابالی پن کی زندگی بتانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ان کا کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا نتیجتاً وہ نشہ خوری جیسی بیماری میں ملوث ہوجاتے ہیں۔ماہرین کا ماننا ہے کہ والدین کو اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر قربانیاں دینی چاہئے، آپس کے اختلافات کو ہرگز بچوں کے سامنے نہیں لانا چاہئے۔معمولی معمولی باتوں پر لڑنے اور علیحدگی اختیار کرنے سے بچنا چاہئے۔

(۶)میڈیا: نوجوانوں کو گمراہ کرنے اور ان کو تباہی وبربادی کی راہ پر لاکھڑا

کرنے میں میڈیا خصوصا سوشل میڈیا کا اس زمانے میں اہم رول ہے۔جنسی خواہشات کوابھارنے اورنشہ کوعام کرنے میں سوشل میڈیا سرفہرست ہے۔ٹلی ویژن یا موبائل پر جب بچے یہ دیکھتے ہیں کہ فلاں اورفلاں (فلم ساز) بڑے فخر کے ساتھ نشہ آوراشیاء کی نشرواشاعت کررہے ہیں تو نوجوان بھی اس کی طرف راغب ہوتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ حقیقی زندگی یہی ہے۔اگر یہ کوئی خراب چیز ہوتی تو اتنے بڑے اور مشہورلوگ کیوں کراستعمال کرتے۔اس لئے والدین کی ذمہ داری ہے کہ موبائل سے حتی المقدور چھوٹے بچےکودوررکھیں۔جب تک ان میں اچھے برے کی تمیز پیدا نہ ہو انہیں موبائل دینے کی کوشش نہ کریں۔اس زمانے میں موبائل ہر برائی کی جڑ ہے۔

نشہ خوری کے بہت سارے دنیاوی نقصانات ہیں: (۱) نشہ کبیرہ گناہ ہے(۲) برائیوں کی بنیاد ہے(۳) عقل کوخراب کرتا ہے(۴) مال کو برباد کرتا ہے(۵) سر میں ہمیشہ درد رہتا ہے(۶) اس کا مزہ بڑا خراب ہوتا ہے(۷) ناپاک شے ہے(۹) شیطانی کام ہے(۱۰) آپس میں دشمنی اوربغض پیدا کرتا ہے(۱۱) ذکرالٰہی سے روکتا ہے(۱۲) نماز سے غافل رکھتا ہے(۱۳) زناکاری کا سبب بنتا ہے(۱۴) بسااوقات محرم عورتوں کے ساتھ برائی پر ابھارتا ہے(۱۵) نشہ سے آپس اور خاندان میں قتل وخون ریزی ہوتی ہے(۱۶) اس کی وجہ سے تونگری فقیری میں بدل جاتی ہے(۱۷) نوجوان نسل میں شرح تعلیم بھی گھٹتی جارہی ہے(۱۸) نشہ خوری کے شکار نوجوان کسی اعلی مسابقے میں شریک ہوکر کامیابی حاصل نہیں کرسکتے۔

نشہ خوری کے جسمانی نقصان بھی بے شمار ہیں: نشہ کے استعمال سے ایسی ایسی بیماریاں وجود میں آتی ہیں کہ جس کی توقع بھی آدمی کونہیں ہوتی۔نشہ خوروں کوکسی کینسر ہاسپٹل جاکرنشہ سے پیدا ہونے والی بیماریوں کودیکھنا چاہئے۔روح کانپ جاتی ہے۔ خصوصاً سر سے لیکر سینہ تک خطرناک بیماری جنم لیتی ہے۔ بیشتر تو آپریشن کے پہلے ہلاک ہوجاتے ہیں جوآپریشن کے بعدزندہ رہتے ہیں ان کا چہرہ دیکھنے کے قابل نہیں رہتا۔منہ کے اکثرحصے آپریشن میں کاٹ دیئے جاتے ہیں۔نشہ خور جب اس مرحلہ تک پہنچتا ہے تو اس کونصیحت یاد آتی ہے۔نشہ کی خطرناکی کا احساس ہوتا ہے۔اس وقت عزم کرتا ہے اگراللہ نےصحت دی تو آئندہ کبھی نشہ کے قریب نہیں جائیں گے۔ عقل مند وہ ہے کہ جووقت سے قبل سمجھداری سے کام لے اور کروڑوں تجربات کے بعدکوئی نیا تجربہ کرنے کی نادانی نہ کرے۔

نشہ کی وجہ سے بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ انسان کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔سانس لینے میں پریشانی ہوتی ہے۔نوع بنوع کا کینسر ہوجاتا ہے۔ہاضمہ کی خرابی رہنےلگتی ہے۔گردے کی بیماری اور پاگل پن کا مرض کثرت سے لاحق ہوتا ہے۔نشہ کی وجہ سے ایک نوجوان اس قدر پاگل ہواکہ ایک گرجا گھر پر بنے ٹاور پر چڑھ گیااور ہوائی جہاز کی طرح اڑنے کی کوشش کرنے لگااس طرح فضا سے گرااوراس کی موت ہوگئی۔امریکہ میں ایک نوجوان اپنے چند دوستوں کی موجودگی میں نشہ استعمال کیا۔نشہ کی وجہ سے اس پراس قدرجنون طاری ہواکہ کہنے لگا کہ میری جانب دیوار آرہی ہے۔حالانکہ ایسا کچھ نہیں تھا۔بالآخر دیوانگی کی حالت میں وہ چوبیسویں منزل سے گھر کرمرگیا۔

نشہ کی سزا دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی بڑی دردناک ہوگی، آخرت کے عذاب کا سلسلہ قبر سے ہی شروع ہوجاتا ہے،سلف کی کتابوں میں ایسے بہت سے شواہد موجود ہیں کہ بعض لوگوں کی قبروں کو جب کھودا گیا یا جب کوئی پہنچا تو قبر والے کو بہت بری حالت میں پایا۔اس قسم کے کئی واقعات کوابن حجر ہیتمی نے اپنی کتاب ''الزواجر'' کے اندر ذکر کیا ہے،اسی کتاب سے دو واقعہ بیان کیا جاتا ہے،تاکہ نشہ خوروں کو اپنے گناہ کا احساس ہواور وہ عذاب آخرت کوسامنے رکھتے ہوئے نشہ خوری جیسی قبیح عادت سے اپنے کو بچاسکیں۔

عوام بن حوشب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک علاقے میں گیا،اس علاقے کے ایک جانب قبرستان تھا۔جیسے عصر بعد کا وقت ہوتا،اس قبرستان کی ایک قبر خود سے پھٹ جاتی،اس سے ایک شخص نکلتا جس کا بدن انسان جیسا اوراس کا سر گدھے جیسا ہوتا،تین مرتبہ وہ گدھے کی آواز نکالتا،اس کے بعد قبر خود سے برابر ہوجاتی۔اس حوالے سے جب قبروالے کی ماں سے پوچھا گیا تو اس نے بتلایا کہ دراصل وہ قبر اس کے بیٹے کی ہے جوکہ شرابی تھا۔جب وہ شراب پینے جاتا تو اس کی ماں اسے منع کرتی، مگر وہ باز نہیں آتا، بلکہ الٹا وہ ناراض ہوکر کہتا: کیا گدھے کی طرح چلاتی رہتی ہے۔بالآخراس نوجوان کی موت عصر کے بعد ہوئی۔اس کے بعد سے روزانہ اس کی قبرپھٹتی ہےاوروہ اس شکل میں قبر سےنکل کرگدھے سی آواز نکالتا ہے''۔(الزواجرعن اقتراف الکبائر،لابن حجرالہیتمی،علامہ البانی نے اس کی سند کوصحیح کہاہے،دیکھئے:صحیح الترغیب والترہیب)

مشہور عباسی خلیفہ عبدالملک بن مروان سے منقول ہے کہ ایک نوجوان غمزدہ اور روتا ہواان کے پاس آیااور کہا اے امیرالمومنین!میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے،کیا توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ گناہ کی نوعیت پوچھے جانے پراس نوجوان نے بتلایا کہ وہ کفن چور(قبرکھودکرمردوں کا کفن نکالا کرتا تھا) تھا۔پھراس نے کئی قبروں کے حالات ذکر کئے۔اسی سلسلے میں اس نے کہا کہ ایک بارمیں نے ایک قبرکوکھودا تو دیکھا کہ مردہ کا چہرہ سور کے چہرہ سے بدلا ہوا ہے،اس کے ہاتھ میں زنجیراورگردن میں بیڑی ڈالی ہوئی ہے،میں ڈر کے بھاگنا چاہا تو ایک غیبی آواز آئی کہ کیا تو اس کےعمل کو جاننا نہیں چاہوگے کہ آخراس کو یہ عذاب کیوں ہورہا ہے؟ تو میں نے کہا:اس کوایسا کیوں عذاب ہورہا ہے؟ تو بتلایا کہ وہ شراب پیا کرتا تھا، اور بلا توبہ کے مرگیا''۔(الزواجرعن اقتراف الکبائر،لابن حجرالہیتمی)

نشہ کے عادی نوجوانوں سے بات چیت کی جائے۔انہیں سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے کارگر اصول وضوابط وضع کئے جائیں۔اورنسل نو میں یہ بیماری عام نہ ہواس کے لئے والدین شروع سے اپنی اولاد پر توجہ مرکوز رکھیں۔والدین کی بےتوجہی اولاد کو ناکارہ اورمجرم بنادیتی ہے۔ ☆☆

☆ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے زیر صدارت مدرسہ رحمت عالم دھوکردہ حسن گنج کٹیہار بہار کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان کانفرنس ۲۴ نومبر ۲۰۲۵ کو دھوکری میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر امیر جماعت نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ اسلام اپنے متبعین کو رواداری اور صبر و تحمل کی تلقین اور وطن سے محبت اور اس کی خدمت کی تلقین اور ہر طرح کے فساد و بگاڑ اور بری صحبت سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کے متبعین اپنے مذہب کی ان تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کے لئے نمونہ بنیں اور اپنے عمل و کردار سے اسلام کی شبیہ کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ انھوں نے مزید کہا کہ ہمارا دین امن وسلامتی والا دین ہے لیکن کچھ لوگ پروپیگنڈہ کرکے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کررہے ہیں ایسے میں ہمارے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ ہم لوگ ان غلط پروپیگنڈوں کو اپنے قول و کردار و عمل سے غلط ثابت کریں اور اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوجائیں اسی میں ہماری نجات ہے۔

دکھن دیناجپور میں جمعیت اہل حدیث کی ضلعی کانفرنس 30: نومبر 2025 کو ضلعی جمعیت اہل حدیث دکھن دیناجپور کی دوسری عظیم الشان کانفرنس جامعہ زہراعالیہ، پچھّم ملا پاڑہ، مانی کور، کشمنڈی میں منعقد ہوئی۔ پروگرام کی صدارت امیر ضلع مولانا وحید الزماں تیمی صاحب نے کی، جبکہ نظامت کے فرائض ناظمِ ضلع ماسٹر نسیم انور صاحب نے انجام دیے۔ اس کانفرنس کے مہمان خصوصی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ فرشتوں کا مقام بلند ہے، مگر اللہ نے انسان کو ان پر برتری عطا کی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ولقد کرمنا بنی آدم، یعنی ہم نے بنی آدم کو عزت دی۔ انہوں نے کہا کہ انسانوں میں سب سے اعلیٰ مرتبہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے، اور سب انبیاء کرامؑ میں سب سے بلند مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

دین کی حقیقت واضح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اللہ نے انسانوں کے لیے مختلف زمانے میں پیغمبر بھیجے گئے لیکن اصل دین ہمیشہ ایک رہا ہے۔ تمام انبیاءؑ کا پیغام یکساں تھا۔ اللہ کی وحدانیت، اس کی اطاعت، عدل اور انسانیت کی بھلائی۔ وقت گزرنے کے ساتھ لوگوں نے اپنے نظریات، مفادات اور قومیتوں کی بنیاد پر دین کو مختلف ناموں میں بانٹ دیا، حالانکہ اصل دین کی بنیاد ہمیشہ ایک ہی رہی ہے۔

انہوں نے جمعیت اہل حدیث کے دعوتی سفر کا پس منظر بھی بیان کیا۔ جب اہل حدیث علمانے اصلاحِ امت اور صحیح دین کی دعوت کو منظّم انداز میں آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا تو سب سے پہلے یہ سوچا گیا کہ آغاز کہاں سے ہو۔ غور و فکر کے بعد بنگال کا انتخاب کیا گیا، کیونکہ یہاں دینی بیداری، تعلیم اور اصلاح کی شدید ضرورت تھی۔ اسی فیصلے کے ساتھ وہ دعوتی سلسلہ شروع ہوا جس نے پورے ملک میں اہل حدیث کی علمی، اصلاحی اور رفاہی خدمات کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔

آخر میں انہوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ یہ مشن آج بھی جاری ہے اور اسے مضبوط تر بنانا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ علم، دعوت اور خدمت کے میدان میں اخلاص، حکمت اور اجتماعی محنت ہی وہ ستون ہیں جن پر امت کی اصلاح اور روشن مستقبل کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ اس کے بعد صوبائی امیر مغربی بنگال مولانا شمیم اختر ندوی صاحب نے اپنے پُرسوز اور رہنمائی سے بھرپور خطاب میں کہا کہ ہماری اصل ضرورت باہمی تعاون اور یکجہتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ دلوں میں نرمی پیدا کریں، اختلافات سے دور رہیں اور اپنے درمیان بھائی چارے کا ماحول مضبوط کریں۔ کسی کے لیے سخت الفاظ نہ بولیں اور نہ ہی ایک دوسرے کی دل آزاری کریں۔

انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ دعوت اور اصلاح کے زیادہ سے زیادہ پروگرام ہوں، تاکہ معاشرے میں پھیلی برائیوں سے لوگوں کو صحیح رہنمائی ملے۔ گھر کے افراد اور قریبی رشتے داروں کو نماز کا پابند بنانا ہماری اولین ذمہ داری ہے۔ ساتھ ہی جمعیت اور جماعت سے لوگوں کو جوڑنے کی کوشش کریں اور دین کی بنیادی باتیں عام کریں۔ آخر میں انہوں نے اخلاص کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ تمام کام صرف اللہ کی رضا کے لیے ہونے چاہئیں۔ اپنے دلوں کو ریاکاری سے پاک رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس کانفرنس سے مولانا انوار الحق فیضی صاحب، مولانا عبدالرقیب مدنی صاحب، مولانا ذاکر حسین مدنی صاحب، مولانا امتیاز الرحمٰن صاحب، مولانا نور عالم اصلاحی صاحب اور مولانا تعریف عالم رحیمی صاحب، مولانا عبدالعلیم صاحب، اشفاق الرحمٰن مدنی صاحب، مولانا انیم الاسلام صاحب، مولانا سمیت دیگر علماء نے بھی خطاب کیا۔

اس پروگرام میں دکھن دیناجپور کے مختلف علاقوں سے بڑی تعداد میں اہل علم اور عوام نے شرکت کی۔ جامعہ زہراء عالیہ کے ذمہ داران، اساتذہ، طلبہ، پچھّم ملا پاڑہ کے تمام حضرات، ضلعی جمعیت کے کارکنان اور علاقے کے لوگوں نے جس جذبے اور تعاون کے ساتھ اس کانفرنس کو کامیاب بنایا، وہ قابل تعریف ہے۔ انہی کی مشترکہ محنت اور کوششوں سے یہ عظیم الشان اجتماع بخوبی مکمل ہوا۔ الحمدللہ۔

معروف دینی دانشگاہ جامعہ ابوہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج الہ آباد کے موقر استاد اور ماہنامہ محدث کے سابق ایڈیٹر مشہور اہل قلم مولانا عبد الوہاب حجازی کو صدمہ عظیم: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ معروف دینی دانشگاہ جامعہ ابوہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج الہ آباد یوپی کے موقر استاد، جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے سابق مدرس اور ماہنامہ محدث بنارس کے سابق ایڈیٹر مشہور اہل قلم، صاحب دیوان شاعر اور کامیاب خطیب استاذ الاساتذہ مولانا عبدالوہاب حجازی صاحب کی اہلیہ محترمہ کا آج بتاریخ بتاریخ یکم دسمبر

2025 بروز سوموار بوقت تقریباً ایک بجے شب طویل علالت کے بعد بعمر تقریبا 80 / سال حرکت قلب بند ہونے کے سبب انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نہایت خلیق وملنسار، متواضع، مہمان نواز اور صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں۔ اپنے شوہر مولانا عبدالوہاب حجازی صاحب کے تعلیمی وتربیتی اور دینی ودعوتی کاموں میں شریک وسہیم تھیں اور بچوں کی دینی تعلیم وتربیت میں ان کا اہم کردار تھا۔ ان کے جنازے کی نماز آج ہی بعد نمازِ عشاء ساڑھے سات بجے شب سمھی سدھارتھ نگر یوپی کی قبرستان میں ادا کی گئی۔

پسماندگان میں چار صاحب زادے مولانا محمد جاوید حجازی سلفی، مولانا محمد شاہد حجازی سلفی، طارق حجازی اور مولانا عبدالاعلی حجازی سلفی، پانچ صاحبزادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کی مکین بنائے , پسماندگان ومتعلقین خصوصاً مولانا عبد الوہاب حجازی صاحب کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔ آمین۔ (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے موقر رکن عاملہ اور بھدوہی کی معروف دینی و سماجی شخصیت الحاج عبد الوکیل صاحب کے چھوٹے بھائی الحاج تبارک علی صاحب کا سانحہ ارتحال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے موقر رکن عاملہ اور بھدوہی کی معروف دینی وسماجی شخصیت الحاج عبدالوکیل صاحب کے چھوٹے بھائی الحاج تبارک علی صاحب بتاریخ یکم دسمبر 2025ء، بروز سوموار بوقت سات بجے صبح بعمر تقریبا 70 / سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نہایت خلیق وملنسار، مہمان نواز اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کاز سے کافی دلچسپی رکھتے تھے اور اپنے بڑے بھائی الحاج عبدالوکیل صاحب کے دینی وسماجی کاموں میں ہرطرح سے شریک وسہیم تھے اور حقیقی معنوں میں چھوٹے بھائی کا کردار ادا کرتے تھے۔ ان کے بڑے صاحبزادے مولانا فیصل سلفی صاحب جامعہ ام القری مکہ مکرمہ سے فارغ التحصیل ہردلعزیز نوجوان ہیں اور اپنی خاندانی روایت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ وہ انڈین قونصلیٹ جدہ میں جہاں حکومت کی خدمات انجام دے رہے ہے وہیں ہرطرح کے زائرین اور ضرورت مندوں کی خدمت میں بھی ہروقت لگے رہتے ہیں۔ مرحوم ناچیز سے بڑی محبت کرتے تھے۔ میرے لیے بھی ان مخلص بھائی اور عزیز بہی خواہ کی موت صدمہ جانکاہ ہے۔ ان کے جنازہ کی نماز یکم دسمبر کو ہی بعد نمازِ عشاء (8 / بجے شب) وطن مالوف نئی بازار، بھدوہی، یوپی کی عیدگاہ والی قبرستان میں امیر جماعت کی امامت میں ادا کی گئی۔

پسماندگان میں اہلیہ، تین صاحب زادے مولانا فیصل سلفی، محمد افضل محمد خالد، دوصاحب زادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے , پسماندگان ومتعلقین اور اہل خاندان کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔ آمین۔ (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز صاحب کو عظیم صدمہ: یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم مالیات اور صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے قائم مقام امیر الحاج وکیل پرویز صاحب صاحب کے سگے بھتیجے اور ضلعی جمعیت اہل حدیث ناگپور کے نائب امیر محمد افسر صاحب کے بھائی محمد شفیق مظہر بن عبدالجلیل شاز صاحب انچارج ڈاکٹر ذاکر حسین کالج ناگپور کا بتاریخ یکم دسمبر 2025ء، بروز سوموار بوقت 9 / بجے صبح بعمر تقریبا 67 / سال بسبب ہارٹ اٹیک انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑے شریف، بلند اخلاق، ملنسار، مہمان نواز اور دینی وجماعتی اور سماجی خدمت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ اپنے چچا الحاج وکیل پرویز صاحب کے دینی وملی اور جماعتی سماجی کاموں میں ہرطرح سے شریک وسہیم تھے۔ جامع مسجد مومن پورہ کی تعمیر میں ان کا اہم کردار تھا۔ مرحوم ناچیز سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے اور مرکزی جمعیت کا تعاون کرتے رہتے تھے۔ ان کے جنازہ کی نماز اسی دن بعد نمازِ عشاء (ساڑھے آٹھ بجے شب) وطن مالوف ناگپور کی جامع مسجد مومن پورہ میں ادا کی گئی اور تدفین مرکزی مسلم قبرستان مومن پورہ میں عمل میں آئی۔

پسماندگان میں اہلیہ، دوصاحب زادے، دوصاحب زادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے , پسماندگان ومتعلقین اور اہل خاندان خصوصا الحاج وکیل پرویز صاحب کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔ آمین۔ (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران, ممبران وکارکنان)

صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے سابق ناظم اور قرآن کریم کے گرومکھی مترجم جناب عارف حلیم صاحب کا انتقال پر ملال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے سابق ناظم اور قران کریم کے گرومکھی مترجم جناب عارف حلیم صاحب کا بتاریخ 4 / دسمبر 2025ء، بروز جمعرات بوقت 4 / بجے صبح بعمر 72 / سال بسبب ہارٹ اٹیک انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ دینی وسماجی علمی کاموں سے بڑی دلچسپی تھی۔ قرآن کریم کا گرومکھی ترجمہ ان کا اہم کارنامہ ہے۔ ادھر کافی دنوں سے علیل تھے۔ راقم نے اپنے پنجاب کے حالیہ ریلیف دورے کے موقع پر ان کی عیادت کی تھی اور اس سے قبل بھی حالت مرض میں عیادت کی توفیق ہوئی تھی لیکن اس

بار کی ملاقات میں آپ بولنے سے قاصر تھے۔آپ کی دو بھتیجیاں جو معروف اہل قلم برادر عزیز غازی عزیر صاحب کی بھانجیاں ہیں اور جو آپ کی بہوئیں بھی ہیں، اور معروف علمی و دینی گھرانے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی کے خاندان کی نواسیاں ہیں۔وہ اپنے اہل خانہ اور شوہروں کے ساتھ اس طویل مدت علالت میں آپ کی عیادت اور خدمت کا حق ادا کر رہی تھیں۔اللہ تعالیٰ ان کو ہمت اور صبر جمیل دے۔ ان کے جنازہ کی نماز اسی دن بعد آج ہی ساڑھے گیارہ بجے دن قبرستان اجاڑ وتکیہ،لدھیانہ روڈ، مالیر کوٹلہ پنجاب میں ادا کی گئی۔

پسماندگان میں اہلیہ، تین بیٹے اکرم عارف، ارحم عارف، ذکی عارف، ایک بیٹی اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے, پسماندگان و متعلقین اور اہل خاندان کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین۔(شریک غم:اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

انتقال پر ملال: جماعت اہل حدیث کے فعال رکن اور جمعیت اہل حدیث راجستھان کے نائب امیر جناب نسیم خاں صاحب ساکن بانسواڑہ کا 7 دسمبر بروز اتوار انتقال ہوگیا ہے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔آپ ملنسار با اخلاق شخصیت کے مالک تھے۔سرکاری محکمے میں ملازمت کے ساتھ اپنے علاقے واطراف میں دعوت و تبلیغ کا کام منظّم وبہترین انداز میں انجام دے رہے تھے۔اللہ آپکے حسنات ونیکیوں کو قبول فرمائے، لغزشوں وخطاؤں کو معاف کرے، اپنی رحمت سے ان کو جنۃ الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے، ان کے درجات کو بلند کرے۔آمین۔(شریک غم: اراکین وذمہ داران جمعیت اہل حدیث راجستھان)

مئو کے معروف عالم دین مولانا شفیق احمد ندوی صاحب کی والدہ ماجدہ کا انتقال پر ملال: یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ معروف دینی درسگاہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو، یوپی کے استاد، معروف عالم دین، صاحب قلم اور شاعر وادیب مولانا شفیق احمد ندوی صاحب کی والدہ ماجدہ اور وکیل احمد چھاپا صاحب مرحوم کی اہلیہ کا بتاریخ 6/ دسمبر 2025 بروز سنیچر بعمر تقریبا 85/ سال انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ نہایت نیک ،خلیق وملنسار، متواضع، مہمان نواز اور صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں۔اور بیٹے بیٹیوں اور پوتوں کی تعلیم وتربیت میں ان کا اہم کردار تھا۔جن میں سے اکثر عالم دین ہیں اور دینی، جماعتی اور سماجی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں اور جوان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ان کے جنازے کی نماز اسی دن کھیری باغ میں ساڑھے پانچ بجے شام میں ادا کی گئی۔

پسماندگان میں مولانا شفیق احمد ندوی صاحب سمیت چھ بیٹے نسیم احمد صاحب، محمد فیصل صاحب، محمد اجمل صاحب، شمیم احمد صاحب، ڈاکٹر انیس احمد صاحب، دو بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کی مکین بنائے، پسماندگان و متعلقین خصوصاً مولانا شفیق احمد ندوی صاحب واخوان کو صبر و سلوان عطا فرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

دو روزہ عظیم الشان اصلاح معاشرہ کانفرنس بعنوان سماجی برائیوں کا تدارک: اڈھاک کمیٹی صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کے زیر سرپرستی اور جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کے زیر اہتمام 15 نومبر 2025ء بمطابق ۲۳ جمادی الاول 1447ھ کو فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی السّلفی حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی صدارت میں اور شیخ قاری فیاض احمد جامعی حفظہ اللہ کی نظامت میں کانفرنس کا آغاز ہوا۔حافظ عبد الاحد کاشف عمری حفظہ اللہ نے کلام مجید کی تلاوت کی، ڈاکٹر سید آصف عمری حفظہ اللہ نے استقبالیہ پیش کیا، شیخ حافظ محمد یوسف خان مدنی حفظہ اللہ نے ''جھوٹ کی مذمت اور اس کے اثرات''، شیخ عبدالرحمٰن عالم خان جامعی حفظہ اللہ نے ''دینی تعلیم سے غفلت اور اس کے نقصانات''، شیخ وسیم بن عبداللہ مدنی حفظہ اللہ نے ''بری صحبت اور برا ماحول''، شیخ ابو الحسن پرتاپ گڑھی حفظہ اللہ نے ''جمعیت اہل حدیث کی دعوت''، شیخ عبدالرحیم مکی حفظہ اللہ نے ''زبان کی حفاظت کیسے کریں''، شیخ عبدالرحیم سگری حفظہ اللہ نے ''بے پردگی وفحاشی اور مغربی تہذیب''، شیخ طہٰ سعید خالد مدنی حفظہ اللہ نے ''مادہ پرستی اور لالچ کے نقصانات'' کے عنوانات پر خطاب کیے۔بعد ازاں دارالہدی اڈپی کی جانب سے حفاظ کے لئے ایواڈ دیا گیا۔پھر شیخ سید واجد حسن مدنی حفظہ اللہ نے ''احکام وراثت اور مسلمانوں کی غفلت''، شیخ مسعود احمد مدنی حفظہ اللہ نے ''اصلاح معاشرہ میں میڈیا کا کردار''، شیخ عبداللہ صدیقی جامعی حفظہ اللہ نے ''منشیات کی شرعی حیثیت''، جناب محمد ربانی صاحب نے اصلاح معاشرہ میں توحید کا کردار پر خطاب کیا اور نمائندہ جماعت اسلامی جناب رشادالدین صاحب نے تاثرات پیش کیے۔ اس کے بعد حافظ عبداللہ قریشی صاحب نے تلاوت کی اور نظامت ڈاکٹر سید آصف عمری حفظہ اللہ نے کی۔شیخ عبدالرحیم خرم جامعی حفظہ اللہ نے ''ازدواجی زندگی میں پائی جانے والی معاشرتی خرابیاں'' اور اسسٹنٹ کمشنر پولس کے علاوہ دیگر پولس عہدداران نے منشیات اور موجودہ ماحول پر خطاب کیا۔شیخ خورشید عالم مدنی حفظہ اللہ نے ''اتحاد باہمی وقت کی اہم ضرورت''، شیخ دکتور عبد اللطیف کندی مدنی حفظہ اللہ نے ''انحراف اولاد کے اسباب''، جناب فہیم قریشی صاحب عہدیدار تلنگانہ اقلیت اقامتی تعلیمی ادارہ جات نے بھی کانفرنس میں شرکت کی۔آخر میں الشیخ اصغرعلی امام مہدی السّلفی حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے صدارتی خطاب فرمایا اصلاح معاشرہ کے لئے ضروری اقدامات اور ان کے حل کی طرف توجہ دلائی۔انہوں نے عقیدۂ توحید کے اثرات اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے عرب جاہلی سوسائٹی میں اصلاح کے کام کو بیان کیا اور شراب نوشی ومنشیات کے خاتمے کی ترکیب بتائی۔اس طرح پہلے دن 15 نومبر کی کانفرنس کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔ (بقیہ صفحہ ۹ پر)

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"

JARIDA TARJUMAN

(FORTNIGHTLY)

AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR,
JAMA MASJID, DELHI - 110006
PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80
REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25
Licenced to Post Without
Pre-payment in
LPC, Delhi RMS Delhi-110006
Under U (C) - 277/2023-25

December 16-31-2025

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم وغیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُرزور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرماکر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ و روغن کا سامان یا قیمت مہیا کراکے تعاون فرمائیں اور مالِ واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

ڈرافٹ یا چیک صرف "Markazi Jamiat Ahl-e-Hadees Hind" کے نام سے ہی بنائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

منجانب: **اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند**

9899152690@ptaxis

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006.
Editor. Md Khurshid Alam